بدعت کا مطالعہ

تالیف:
رفیق شاہ صاحب

ناشر: مکتبہ غوثیہ (ہول سیل)
[illegible]
فون: 4910584-4926110
موبائل: 0300-2196801

پیش لفظ

میں کوئی عالمِ دین نہیں، معاشرے کا ایک عام فرد ہوں جو ہر چیز میں آسانی کا خواہشمند ہے۔ ہمارے معاشرے میں دین کا ذوق رکھنے والا ایک عام شخص دین اور اس کے مسائل کو آسان انداز میں غیر جانبدارنہ طور پر سمجھنا چاہتا ہے۔ اس بات کو محسوس کرتے ہوئے 'بدعت' کے عنوان پر یہ کتابچہ تالیف کیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں اس عنوان پر مارکیٹ میں دستیاب اُردو زبان کا شاید ہی کوئی کتابچہ ہو جو مطالعہ نہ کیا گیا ہو۔ اس کے علاوہ مختلف مدارس میں جا کر بھی اس موضوع کے نکات کو سمجھا گیا ہے۔

یہ کہنا آسان ہے کہ یہ بدعت ہے وہ بدعت ہے مگر بدعت کہتے کسے ہیں؟ ہم نے اس سوال کا جواب ایک مختلف انداز میں دینے کی کوشش کی ہے۔ اس کتابچے کا مقصد یہی ہے کہ معاشرے میں انتہا پسندانہ سوچ کے خاتمے کی راہ ہموار ہو اور انصاف پر مبنی متوازن فکر پروان چڑھے۔ اُمید ہے کہ مسلکی تعصب سے ہٹ کر اس کتابچے کا دیانت دارانہ مطالعہ موضوع کو سمجھنے میں مددگار ثابت ہوگا۔

اس مضمون کو جن شخصیات نے ایک نظر دیکھا ان کے نام یہ ہیں: جناب پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن، جناب علامہ سیّد شاہ تراب الحق قادری، مفتی عطاء اللہ نعیمی صاحب، علامہ کوکب نورانی صاحب اوکاڑوی، مفتی فیض رسول صاحب، جناب ڈاکٹر نور احمد شاہتاز، مفتی محمد اسماعیل قادری نورانی صاحب، مفتی عطاء المصطفیٰ اعظمی صاحب، مفتی وسیم احمد عطاری صاحب، علامہ مختار احمد قادری صاحب اور مولانا علی عمران صدیقی صاحب۔ میں اس سلسلے میں ان تمام علماء کرام کا مشکور ہوں، تاہم طباعت سے قبل اس مضمون میں مزید کمی بیشی عمل میں لائی گئی ہے۔

قارئین سے درخواست ہے کہ اس کی غلطیوں سے آگاہ کریں اور مناسب سمجھیں تو اِس کے فروغ میں حصہ لیں۔ شکریہ

فقط

سیّد محمد رفیق شاہ

NP-2/10, 4th Floor,

صرافہ بازار، میٹھادر، کراچی

۲۰ جون ۲۰۰۴ء

پروفیسر مفتی منیب الرحمٰن صاحب

(رکن اسلامی نظریاتی کونسل، چیئرمین رویتِ ہلال کمیٹی پاکستان)

آج کل سنت و بدعت کی اصطلاحات بکثرت استعمال ہوتی ہیں اور ہر شخص ان کی من پسند تعبیر وتشریح کرتا ہے، نتیجتاً ان کے اطلاقات میں لغزشیں واقع ہوتی ہیں اور تضادات رونما ہوتے ہیں۔ اس کتابچے کے مؤلف نے اسی جہت سے اس مسئلے پر غور کیا ہے۔ اس مسئلے کا واحد قابلِ قبول حل یہ ہے کہ سنت وبدعت کی ایک متفق علیہ تعریف کی جائے تاکہ ماضی، حال اور مستقبل کی دینی ضروریات ومستحسنات کی دین میں گنجائش پیدا ہو اور بدعتِ ضالہ، سیئہ کا قلع قمع کیا جاسکے۔

میں اپنی اس مصروفیات کی بناء پر جناب سیّد محمد رفیق شاہ کی تحریر کا مکمل بغور مطالعہ نہیں کرسکا، جستہ جستہ دیکھا ہے، یہ کسی ثقہ عالم یا فقیہ ومفتی کی تحریر نہیں ہے بلکہ ایک دیندار نوجوان کی اطلاقی انداز (Applied Manner) کی تحریر ہے۔ بہت ممکن ہے کہ خالص عالمانہ وفقیہانہ تحریر کے بہ نسبت عام مسلمانوں کیلئے اس کا فہم زیادہ آسان ہو اور افادیت زیادہ نتیجہ خیز ثابت ہو۔

میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ قارئین اس کا مطالعہ ضرور کریں اِن شاءَ اللہ العزیز اس کو مخالفین بھی اگر خالی الذہن ہوکر معروضی انداز میں پڑھیں گے تو ان میں بھی ایک توازن پیدا ہوگا اور مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی کرنے کی، جس کی قرآن وحدیث میں صریح ممانعت آئی ہے اور ہر جائز ومستحب اُمور پر مطلق بدعت یا بدعتِ ضالّہ، بدعتِ سیئہ کا اطلاق کرنے کی روش ماند پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ مؤلف کی سعیٔ جمیل کو اپنی بارگاہ میں مقبول و ماجور فرمائے اور دوسرے جدید پڑھے لکھے نوجوانوں کو بھی ایسا صالح دینی ذوق عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سیّد المرسلین علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیم

بندۂ عاجز فقیرِ کلاہ

منیب الرحمٰن

علامہ سیّد شاہ تراب الحق قادری صاحب

(مہتمم دارالعلوم امجدیہ کراچی)

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس فقیر نے جناب سیّد محمد رفیق شاہ صاحب کا کتابچہ 'بدعت کا مطالعہ' کہیں کہیں سے دیکھا۔ موجودہ دور میں ایک مکتبۂ فکر نے بدعت کا جو مفہوم پیش کیا ہے اِس سے مسلمانوں میں افتراق وانتشار نے جنم لیا ہے۔ اس کتابچہ میں مؤلف نے اسی افتراق وانتشار کے اثرات کو زائل کرنے کی مخلصانہ کوشش کی ہے۔ اس مضمون کے مطالعے سے قاری پر بدعت کا صحیح مفہوم واضح ہوجائے گا اور یہ بات عیاں ہوجائے گی کہ ہر نیا کام برا نہیں بلکہ از روئے حدیث دین میں ہر وہ اچھا کام جو پہلے نہیں ہوتا تھا اور جس میں دین کا فائدہ ہو ایک جائز و مستحب عمل ہے۔ اس پر عمل کرنے والے کو ثواب ہوگا اور جس نے اس نیک عمل کو جاری کیا، ہر عمل کرنے والے کے ساتھ اس نیکی کو جاری کرنے والے کو بھی اس کا ثواب ملے گا اور عمل کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ موصوف کی اس سعی کو قبول فرما کر اسے نافع ہر خاص وعام بنائے۔ آمین

فقیر سیّد شاہ تراب الحق قادری

۲۰ رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ

بسم اللّٰہ والحمد للّٰہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسول اللّٰہ

محترم سیّد محمد رفیق شاہ فہیم دین سے شغف اور دین متین کی خدمت کا والہانہ جذبہ رکھنے والے صالح نوجوان ہیں۔ 'بدعت کا مطالعہ' اِن کی پہلی تحریر ہے، جو کتابی شکل میں شائع ہو رہی ہے۔ انہوں نے کوشش کی ہے کہ اپنے حاصل مطالعہ سے اس موضوع پر ایسی تحقیق پیش کریں جس سے بدعت کے بارے میں پائی جانے والی مختلف غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے۔

فقیر نے اس موضوع پر اپنی کتاب 'سفید و سیاہ' میں کچھ تفصیل تحریر کی ہے۔

دعا ہے کہ محترم سیّد محمد رفیق شاہ صاحب کی یہ کاوش نافع و مفید ثابت ہو۔ آمین

فقیر کوکب نورانی اوکاڑوی غفرلہ

....

احقر نے محترم جناب سیّد محمد رفیق شاہ صاحب کا تالیف کردہ رسالہ بنام 'بدعت کا مطالعہ' اوّل سے آخر تک پورا پڑھا ہے۔ (مفتی صاحب کے مطالعہ کے بعد مضمون میں کافی کمی و بیشی کی گئی۔ مؤلف) الحمد للہ اسے مفید پایا۔ خاص طور پر وہ لوگ جو بدعت کے مفہوم سے ناواقف ہونے کی وجہ سے دشمن کی سازش کا شکار ہو جاتے ہیں اگر اس رسالہ کو پڑھ لیں تو اِن شاءَ اللہ کوئی انہیں بدعت کے حوالے سے دھوکہ دینے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ مؤلف کی اس سعی کو مقبول فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ المرسلین

احقر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لغت کے اعتبار سے بدعت کے معنی 'کسی بھی ایسی نئی چیز کا ایجاد ہے جس کا مثال پہلے نہ ہو' اِس معنی کے اعتبار سے صرف خالقِ کائنات ربّ العزت کی واحد ذات ہے جو بدعت نہیں، باقی جو کچھ نیا اس نے تخلیق کیا وہ سب بدعت ہے کہ یہ سب کچھ پہلے نہ تھا، بعد میں وجود میں آیا۔

بدعت کا لفظ اسم (Noun) ہے۔ اُردو میں یہ اسم اور فعل (Verb) دونوں کیلیے استعمال ہوتا ہے۔ قرآنِ پاک میں بدعت کا لفظ اللہ تعالیٰ کیلیے بھی استعمال ہوا ہے۔ (سورۂ بقرہ:۱۱۷۔ انعام:۱۰۱)

اسلامی شریعت میں بدعت کی تعریف مختلف انداز میں کی گئی ہے جسے شرعی یا اصطلاحی تعریف کہا جاتا ہے۔ مختلف مکاتبِ فکر کے ہاں بدعت کی جو تعریفیں ہیں اِن کی تعبیر وتشریح اور اطلاقات میں واضح فرق ہے۔ بدعت کی بعض تعریفات یہ ہیں:۔

☆ بدعت وہ چیز یا کام ہے جس کی مثال حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری زمانے میں نہ ہو اور آپ کے وِصال کے بعد ایجاد کیا جائے۔ (بمطابق تہذیب الاسماء واللغات از امام نووی، مرقاۃ از ملا علی قاری، اشعۃ اللمعات از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، عمدۃ القاری از علامہ عینی)

☆ وہ نئی بات جو قرآن وحدیث کے خلاف ہو بدعت ہے۔ (از علامہ ابن منظور افریقی، علامہ ابن اثیر بحوالہ لسان العرب ۸ صفحہ ۶، دینِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم از علامہ محمود احمد رضوی علیہ الرحمۃ)

☆ دین میں کسی نئی چیز کا ایجاد کرنا جس کی اصل (دلیل) شریعت میں موجود نہ ہو۔ (فتح الباری ۱۳ صفحہ ۲۵۳ از ابن حجر عسقلانی۔ اسلامی تعلیم از علامہ مشتاق احمد نظامی۔ انڈیا)

☆ دین میں وہ نیا کام جو ثواب کیلیے ایجاد کیا جائے۔ (علم القرآن از مفتی احمد یار خاں نعیمی)

☆ جو چیز سلف صالحین کے زمانے میں نہیں تھی اُسے دین سمجھ کر اختیار کرنا بدعت کہلاتا ہے۔ (اختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم صفحہ ۱۰۹ از مولانا محمد یوسف لدھیانوی)

☆ بدعت سے مراد یہ ہے کہ جن مسائل ومعاملات کو دینِ اسلام نے اپنے دائرے میں لیا ہے اِن میں کوئی ایسا طرزِ فکر یا طرزِ عمل اختیار کرنا، جس کیلیے دین کے اصلی مآخذ میں کوئی دلیل وحجت موجود نہ ہو۔ (رسائل ومسائل ۳ صفحہ ۳۵۸ از مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی)

☆ بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیر دین کو دین میں داخل کر لیا جائے۔ (امداد اللہ مہاجر مکی فیصلہ ہفت مسئلہ)

☆ ہر ایسے نو ایجاد طریقہ عبادت کو بدعت کہتے ہیں جو زیادہ ثواب حاصل کرنے کی نیت سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے بعد اختیار کیا گیا ہو اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے عہدِ مبارک میں اس کا داعیہ اور سبب موجود ہونے کے باوجود نہ قولاً ثابت ہو نہ فعلاً نہ صراحۃً نہ اشارۃً۔ (سنت و بدعت صفحہ ۱۱۱ از مولانا مفتی محمد شفیع)

☆ بدعت وہ ہے جس سے کوئی سنت ترک ہو جائے۔ (ہدیۃ المہدی، علامہ وحید الزماں اہلحدیث)

ان تعریفوں کی روشنی میں بدعت کے لفظ کو اچھے اور برے دونوں معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے اور صرف برے معنوں میں بھی۔ اگر بدعت کو صرف برے اور نفی معنی میں لیا جائے تو ہر بدعت برائی اور گمراہی ہے۔ علماء کے ہاں ہر بدعت سے مراد ہر وہ بدعت ہے جو قرآن و سنت کے خلاف ہو اور جس کی شریعت میں کوئی دلیل نہ ہو۔

اگر بدعت کو صرف برائی کے معنی میں نہ لیا جائے تو یہ بدعت اچھی بھی ہو سکتی ہے اور بری بھی۔ اگر یہ بدعت اچھی ہے تو اچھی بدعت یعنی بدعتِ حسنہ (Good Innovation) کہلائے گی اور بری ہے تو بری بدعت یعنی بدعتِ سیئہ (Bad Innovation) کہلائے گی۔ کوئی بدعت جائز بھی ہو سکتی ہے اور ناجائز بھی، دینی بھی ہو سکتی ہے اور دُنیاوی بھی، عقیدے کی بھی ہو سکتی ہے اور عمل کی بھی۔ تاہم عقیدے کی بدعت ہر حال میں بری بدعت سمجھی جاتی ہے۔ بدعت کے ضمن میں کسی کام کو دین یا دین کا حصہ بنانے کا آسان مطلب یہ ہے کہ اُس کام کو دینی طور پر یعنی ثواب سمجھ کر کیا جائے۔

اچھی اور بری بدعت کا بیان نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں موجود ہے، جس نے اسلام میں اچھا طریقہ نکالا اس کو خود بھی ثواب ملے گا اور اس پر بعد میں عمل کرنے والوں کا بھی اُسے اجر ملے گا اور جس نے اسلام میں برا طریقہ نکالا تو اسے نہ صرف اس کا گناہ ہے بلکہ بعد میں جو اس پر عمل کرے گا اس کا بھی اسے گناہ ملے گا۔ (مسلم شریف کتاب الزکوۃ۔ مشکوۃ شریف باب العلم۔ ابن ماجہ)

حدیث میں اچھے اور برے کا لفظ اچھی اور بری بدعت کو ظاہر کرتا ہے۔ عالمِ اسلام کے معتبر علمائے کرام نے اپنی کتابوں میں اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے بدعت کی اچھی اور بری اقسام کو بیان کیا ہے۔ (تفصیل کیلئے شرح مسلم شریف ۲ از علامہ غلام رسول سعیدی صفحہ ۵۵۲ اور ۹۴۳)

علامہ ابن عابدین شامی 'شامی' کے مقدمہ میں فرماتے ہیں، یہ احادیث اسلام کے قوانین ہیں کہ جو شخص کوئی بری بدعت ایجاد کرے اس پر تمام پیروی کرنے والوں کا گناہ ہے اور جو شخص اچھی بدعت نکالے اسے قیامت تک اس عمل کی پیروی کرنے والوں کا ثواب ہوگا اگر یہ کہا جائے کہ بدعتِ حسنہ کوئی چیز نہیں تو یہ بات اِس حدیث کے خلاف بھی ہو سکتی ہے۔ (از جاء الحق از مفتی احمد یار خاں نعیمی)

دینِ اسلام میں ایسی بدعت منع، مسترد، ناجائز اور بری ہے جو بنیادی طور پر منع ہونے کی وجہ سے اس دین سے تعلق نہ رکھتی ہو جس کے جائز ہونے کی شریعت میں کوئی دلیل نہ ہو جو اسلام کی روح اور اصولوں کے خلاف ہو جس کے مشابہ کسی چیز کی ممانعت بھی قرآن وحدیث میں موجود ہو یا جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی سنت کے مقصد کے خلاف ہو۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ جس نے ہمارے دین میں ایسی چیز نکالی جو (جس کی اصل) اِس میں نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ (بخاری، مسلم شریف کتاب الاقضیۃ۔ مشکوٰۃ باب الاعتصام)

قرآن، احادیث اور بزرگوں کے اقوال میں بدعت کی جو مذمت بیان ہوئی ہے اُس سے مراد یہی بدعت ہے۔ بدعتِ سیئہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بعض اوقات مکروہ، حرام، شرک یا کفر بھی قرار دی جاسکتی ہے۔

بعض علماء 'بدعتِ سیئہ' کی اصطلاح کا اطلاق اس پر کرتے ہیں کہ جب کسی ناجائز کام کو دینی طور پر کرنا ثواب اور نہ کرنا عذاب کا باعث سمجھا جائے۔ (شرح مسلم شریف ۲ صفحہ ۵۵۱۔ تفسیر تبیان القرآن ا صفحہ ۶۵۹ از علامہ غلام رسول سعیدی) (مثلاً تعزیہ داری اور گمراہ فرقوں کے عقائد و اعمال)۔ اسلامی شریعت میں ناجائز کام کا کرنا گناہ ہے اور ناجائز کو ثواب سمجھ کر کرنا نہ صرف گناہ اور گمراہی ہے بلکہ حرام بھی ہے۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بدعت کی تعریف یوں فرماتے ہیں، دین میں وہ نیا کام جو ثواب کیلئے ایجاد کیا جائے اگر یہ کام خلافِ دین ہے تو حرام ہے اور اگر خلاف نہ ہو تو دُرست ہے۔ (علم القرآن)

اگر کسی بدعت کی اصل بنیاد تائید یا اُس کے مشابہ کوئی اشارہ قرآن وحدیث یا دیگر شرعی دلائل سے ملتا ہو اور علمائے دین اس کو اچھا اور پسندیدہ قرار دیں تو یہ نیا کام اچھا اور مستحب ہے۔ اسے اللہ عزّ وجل اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضا کیلئے نیکی کی نیت اور ثواب کی اُمید پر کیا جاسکتا ہے۔ مستحب پر عمل کرنے سے ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔ قرآن کریم میں ہے کہ جو اپنی خوشی سے زیادہ نیکی کرے تو یہ اس کیلئے بہتر ہے۔ (بقرہ:۱۸۴)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ جس چیز کو مسلمان (علماء) اچھا سمجھیں وہ چیز اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ (مستدرک حاکم، مسند امام احمد)

مروجہ انداز میں درسِ قرآن، محافلِ میلاد، محافلِ نعت، مقابلۂ قرأت اور اَسناد کی تقسیم کے جلسے ایک کھلی ہوئی بدعت ہیں مگر یہ اچھی اور مستحب بدعت ہیں۔ کوئی بدعت ایسی بھی ہوسکتی ہے جس کے ترک کرنے سے عام مسلمان مشکلات میں مبتلا ہوسکتے ہیں لہٰذا بعض اوقات ایک بدعت اپنی اچھائی، ضرورت اور اہمیت کی وجہ سے واجب بھی قرار دی جاسکتی ہے مثلاً قرآن کریم پر اعراب لگانا، دین جاننے کیلئے مختلف علوم حاصل کرنا۔

اگر کسی بدعت کی اصل بنیاد یا اُس کے مشابہ کوئی اشارہ قرآن وحدیث میں موجود نہ ہو مگر اِس کو منع بھی نہ کیا گیا ہو اور نہ یہ کسی اسلامی اصول کے خلاف ہو تو یہ بدعت مستحب نہیں بلکہ مباح یعنی جائز ہے۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس پر خاموشی ہے وہ جائز ہے۔ (ترمذی شریف۔ابن ماجہ)

مباح کو عام طور سے دینی حیثیت میں ثواب کی نیت سے نہیں کیا جاتا اور اسکے کرنے یا نہ کرنے میں کوئی ثواب یا گناہ بھی نہیں ہوتا۔ تاہم بعض صورتوں میں مباح باعث ِثواب بھی ہوسکتا ہے۔

کسی عمل کو قطعی اور اعتقادی طور پر فرض یا واجب قرار دینے کیلئے قرآن وحدیث کا شرعی حکم ضروری ہے جیسے نماز، روزہ، زکوۃ اور حج وغیرہ۔ سنتِ رسول قرار دینے کیلئے حدیث ضروری ہے۔ مستحب کیلئے اس کی اصل بنیاد، مشابہ کوئی بات یا اشارہ قرآن وحدیث میں ہونا ضروری ہے۔ جبکہ کسی چیز کو صرف مباح یعنی جائز سمجھنے قرآن وحدیث کے شرعی حکم کا ہونا ضروری نہیں البتہ یہ ضروری ہے کہ اُس کے خلاف کوئی شرعی حکم موجود نہ ہو کیونکہ کسی چیز کو حرام، ناجائز یا مکروہِ تحریمی قرار دینے کیلئے قرآن وحدیث سے اُس کی ممانعت ثابت کرنا ضروری ہے۔

گناہ کیا ہے؟ اللہ اور اس کے رسول کے احکام پر عمل نہ کرنا اور منع کردہ کاموں سے نہ رُکنا گناہ ہے۔ (بمطابق شرح مسلم شریف ۷، صفحہ ۹۳) عبادت کیا ہے؟ اللہ اور اُس کے رسول کے احکام پر عمل کرنا اور منع کردہ کاموں سے باز رہنا عبادت ہے۔

قرآن میں ہے کہ جو کچھ رسول تمہیں عطا کریں وہ لے لو اور جس سے منع فرمائیں اُس سے باز رہو۔ (حشر:۷)

اسلامی شریعت کا ایک اہم اصول 'الاصل فی الاشیاء الاباحۃ' ہے۔ مختلف قرآن آیات (انعام ۱۱۹، ۱۴۰، ۱۴۲، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۵۰۔ مائدہ ۱۰۱، ۸۸، ۸۷۔ تحریم ۱۔ بنی اسرائیل ۷۰۔ حشر ۷۔ اعراف ۳۲۔ بقرہ ۱۷۲، ۲۹۔ نحل ۱۱۶۔ یونس ۵۹) اور متعدد احادیث اِس فقہی اصول اور قاعدے کی بنیاد ہیں۔ اصولِ اباحت کے تحت اسلام کے شرعی احکام سے پہلے کی تمام چیزیں سوائے کچھ چیزوں کے بنیادی طور پر مباح یعنی جائز ہیں۔ پھر جیسے جیسے اسلام کے شرعی احکام آتے گئے تو بعض چیزیں واجب ہوگئیں اور بعض حرام قرار پائیں مثلاً جوا، سود، شراب، مردار جانوروں کا گوشت، نماز میں ضروری گفتگو کرنا پہلے جائز تھا' بعد میں جب منع ہوا تب یہ چیزیں ممنوع قرار پائیں۔ اسی طرح روزے میں کھانے پینے اور نفسانی خواہشات پر پابندی منع ہونے کی وجہ سے ہے اور کاروبار وغیرہ کرنا منع نہ ہونے کی وجہ سے جائز ہے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ جس کی اصل قرآن وحدیث میں نہ ہو وہ بدعت ہے۔ اس کا ایک مطلب تو یہی ہے کہ جس کی اصل بنیاد، مشابہ، اشارہ، دلیل اور تائید قرآن وحدیث سے نہ ملتی ہو۔ دوسرا یہ کہ جس کی اصل یعنی اباحت قرآن وحدیث میں منع ہو اور جس کی اصل (اباحت) ہے یعنی قرآن وحدیث میں منع نہیں ہے تو وہ جائز ہے۔ تفسیر بتیان القرآن میں سورۂ بقرہ کی آیت ۲۹ کی تشریح میں ہے کہ قرآن وسنت میں جن کاموں کو فرض، واجب، حرام یا مکروہ قرار نہیں دیا گیا

ان کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ احتیاط نہیں کہ کسی چیز کو (از خود) حرام یا مکروہ کہہ کر اللہ تعالیٰ پر افتراء کیا جائے کہ اس کیلئے دلیل درکار ہے بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ اباحت مانی جائے اس لئے کہ (کسی چیز کے جائز ہونے کی) اصل وہی ہے۔ (بحوالہ فتاویٰ فیض الرسول ۲ صفحہ ۴۸۴ کتاب الحظر والاباحۃ)

قرآن میں حلال اور جائز چیزوں کے استعمال کا حکم ہے اور ان سے اجتناب منع ہے۔ (سورۂ مائدہ: ۸۷۔ بقرہ: ۱۷۲۔ اعراف: ۳۲)

ضروری نہیں کہ منع کردہ ہر کام بعینہٖ اُسی طرح منع ہو جیسا وہ اپنے ظاہر میں ہو۔ دینِ اسلام میں ایسا کام بھی منع اور ناجائز ہے جو اسلامی تعلیمات کی روح اور مقصد کے خلاف ہو اور جس کے مشابہ کسی کام کی ممانعت قرآن و حدیث میں موجود ہو۔

ایک مرتبہ مفتی وقار الدین علیہ الرحمۃ سے ایک شخص نے کہا کہ حدیث میں مسجد میں حجامت بنوانے کی ممانعت نہیں ہے۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ قرآن میں ہے کہ والدین کو اُف نہ کہو' تو تمہارے مطابق اس کا یہ مطلب ہوا کہ والدین کو مارو اور کہو کہ مارنے کی ممانعت نہیں ہے۔ (از وقار الفتاویٰ جلد اوّل)

دینِ اسلام میں بعض کام فضول خرچی، بے حیائی، دوسرے مذہب سے مشابہت اور دیگر اُمور کی وجہ سے بھی منع ہیں۔

مباح کام ثواب کی نیت کے بغیر کئے جاتے ہیں۔ تاہم جس طرح ناجائز کام میں گناہ کی نیت کے بغیر بھی گناہ ہے۔ اسی طرح بعض کاموں میں ثواب کی نیت نہ بھی ہو مگر کام جائز ہو تو ثواب ممکن ہے۔ ایک مومن کامل کا کوئی کام مباح نہیں بلکہ حسن نیت کی وجہ سے مستحب ہے۔ اسی طرح ایک بدکردار کا کوئی کام مباح نہیں بلکہ بدنیتی کی وجہ سے مکروہ یا حرام ہے اچھی نیت عادت کو بھی عبادت اور ثواب کا باعث بنا دیتی ہے۔ (شامی بحث قربانی، مرقاۃ بحث نیت، کیمیائے سعادت بحث نیت اور معاملات)

یہی وجہ ہے کہ بعض کاموں میں نیکی یا ثواب کی نیت نہ سہی مگر بہر حال وہ ایک جائز کام ہوتا ہے اور کسی جائز کام کا کرنا خوفِ خدا، صدقِ نیت اور اخلاص کی علامت ہے۔ مثلاً زِنا سے بچ کر بیوی سے مباشرت کرنا وغیرہ۔ (شرح مسلم شریف ۲ صفحہ ۹۲۸، ۹۳۳ اور ۵ صفحہ ۹۲۳۔ تفسیر تبیان القرآن ۵ صفحہ ۲۹۱ اور ۷ صفحہ ۸۳۱ از علامہ غلام رسول سعیدی)

اسی طرح پودوں کو پانی ڈالنا، پرندوں کو دانہ ڈالنا وغیرہ۔ قرآن میں ہے کہ کہہ دیجئے میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ ہی کیلئے ہے۔ (سورۂ انعام: ۱۶۲)

بعض جائز کاموں میں کوئی ثواب نہیں ہوتا۔ مثلاً دورِ جدید کی مختلف سائنسی ایجادات اور سہولتیں جو دینی مقصد کے بغیر استعمال کی جائیں۔ بعض کام بعض اوقات معاشرتی طور پر بھی ناپسندیدہ خیال کیے جاتے ہیں۔ مثلاً سگریٹ، پان، گٹکا، تمباکو کا استعمال اور بعض کھیل وغیرہ۔ بعض علماء ان میں سے بعض اُمور کو ممنوع یا مکروہِ تنزیہی قرار دیتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی کام کو پسند فرماتے تھے مگر (بعض اوقات) اِس خدشے سے نہیں کرتے تھے کہ کہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر اور لوگ بھی کرنے لگیں تو وہ کام اِن پر فرض کردیا جائے۔ (نمازِ چاشت کا بیان ازموطا امام مالک، مسلم شریف)

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دین مکمل اور نبوت ختم ہوگئی۔ لہٰذا کسی اچھی یا جائز بدعت کو بھی اب اعتقادی طور پر فرض، واجب یا لازم قرار نہیں دیا جاسکتا اور ایسا قرار دینا ہی دین میں اضافہ، شریعت میں تبدیلی اور بری بدعت کا ارتکاب کرنا ہے۔ البتہ مستحب یا جائز کی حیثیت سے کسی بدعت پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ کسی عمل کو لازم قرار دینے کا مطلب یہ ہے کہ اس عمل کو نہ کرنا یا کسی مخصوص دن یا وقت کے علاوہ کرنا ناجائز، حرام اور گناہ قرار دیا جائے۔

ایک مرتبہ ایک شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اِسلام کے بارے میں دریافت کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، دن رات میں پانچ وقت کی نمازیں۔ اُس نے پوچھا کیا اِن کے علاوہ بھی مجھ پر (فرض نمازیں) ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں مگر جو (نفل نماز) تم چاہو خوشی سے پڑھو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، رمضان کے (فرض) روزے۔ اُس نے پوچھا کیا مجھ پر اِن کے علاوہ بھی (فرض روزے) ہیں؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں البتہ جو (نفلی روزے) تم چاہو خوشی سے رکھ سکتے ہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس سے زکوٰۃ کا ذکر کیا۔ اُس نے کہا کہ کیا مجھ پر اس کے علاوہ بھی (صدقہ) لازم ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں مگر جو خوشی سے تم چاہو خیرات کرو۔ وہ شخص پیٹھ موڑ کر یہ کہتا ہوا چل دیا کہ خدا کی قسم! میں اِن میں نہ اضافہ کروں گا، نہ کمی کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس نے سچ کہا تو فلاح پا گیا۔ (بخاری شریف۔ مسلم شریف کتاب الایمان)

اِس حدیث سے ظاہر ہے کہ اسلام کے فرض ارکان میں کسی کمی بیشی کی کوئی گنجائش نہیں، البتہ فرض کے علاوہ نفل اور مستحب کام اپنی خوشی سے اضافی طور پر کیئے جاسکتے ہیں۔

یہ تکرار کرنا غلط ہے کہ مستحب کے ترک کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے کہ ترک کرنے کی شے تو گناہ ہے۔ مستحب تو ہے ہی عمل کرنے کیلئے۔ مستحب وہ عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے اور جس پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔ (ازمستحب کام اور اُن کی اہمیت ازمفتی محمد رفیع عثمانی)

کسی مستحب عمل کو ترک کرنے کی تبلیغ کرنا یا اسے حقیر ثابت کرنا سنگ دلی کا مظہر ہے۔ مستحب کام عبادات کو حسن و نکھار، معاملات کو تقویٰ و پاکیزگی اور شخصیت کو ایمانی و روحانی بالیدگی عطا کرتے ہیں۔ جبکہ مستحب کاموں کے ترک کی عادت انسان کو آہستہ آہستہ بڑے گناہوں کی طرف لے جاتی ہے۔ اگر کوئی کسی جائز کام کو ناجائز سمجھے مگر کسی مجبوری میں اسے کرے تو وہ اس کے ثواب سے محروم ہے۔ اگر کوئی مستحب کام نہیں کر پایا تو یہ قابل قبول ہے اور اس پر کسی کو ملامت نہیں کرنی چاہئے مگر کسی شرعی جواز کے بغیر محض تعصب کی وجہ سے جائز کو ناجائز قرار دینا اور سنت کے نام پر اچھے کاموں کی مخالفت کرنا گمراہی، توہم پرستی، جہالت اور گناہ ہے۔ کوئی عقیدہ یا عمل اِس وجہ سے بھی ناجائز قرار نہیں دیا جاسکتا کہ فلاں ملک میں اسے اب ناجائز سمجھا جاتا ہے۔ یہ ایک خودساختہ اصول ہے جس کا اسلامی شریعت سے کوئی تعلق نہیں۔

کسی بھی مستحب یا مباح کام کو قطعی اور اعتقادی طور پر فرض، واجب یا سنتِ مؤکدہ کا درجہ دینا بری بدعت ہے۔ کوئی مستحب یا مباح کام آسانی کیلئے کسی مقررہ وقت یا مقام پر کرنا یا پابندی سے کرنا بری بدعت نہیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے، جن اعمال کو مستقلاً پابندی سے کیا جائے وہ اللہ کو بہت پسند ہیں خواہ وہ مقدار میں کم ہوں۔ (مسلم شریف کتاب صلوٰۃ المسافرین۔ بخاری شریف کتاب الایمان)

نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دیگر اُمور میں بہت سی چیزیں ہیں جنہیں بڑی پابندی سے کیا جاتا ہے۔ نماز با جماعت کے اختتام پر امام اور مقتدیوں کا اجتماعی دعا کرنا یا کسی مقررہ وقت اور مقام پر پابندی سے درس و تبلیغ کرنا مستحب کام ہیں۔ مگر اِن مستحبات کو اس قدر پابندی سے کرنے کا نہ تو یہ مطلب لیا جاتا ہے کہ کرنے والا انہیں فرض یا واجب سمجھتا ہے اور نہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ایسا کرنے سے ارکانِ اسلام مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ یا حج میں کسی تبدیلی اور بری بدعت کی راہ نکلتی ہے۔ بعض افراد گو کہ یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ کچھ اُمور جائز تو ہیں مگر اِن کو پابندی سے کرنا یا یوم مقرر کر کے اعلانیہ کرنا بری بدعت ہے لیکن بعض تو ان اُمور کو دانستہ طور پر کبھی کبھار کرنے سے بھی گریزاں رہتے ہیں۔ قرآنِ پاک میں ہے کہ اگر تم نے لگی لپٹی بات کہی یا سچائی سے پہلو بچایا تو جان لو کہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے۔ (نساء:۱۳۵)

اسلامی شریعت میں ایسا کوئی اصول نہیں کہ کسی بات کو اس لئے ناجائز یا حرام قرار دیا جائے کہ اس پر تمام مکاتبِ فکر متفق نہیں ہیں اس طرح نمازِ تراویح اور اس کی بیس یا آٹھ رکعتوں کو بھی ناجائز قرار دیا جاسکتا ہے اور نکاح طلاق سمیت زندگی کے بیشمار معاملات پر عمل پیرا ہونے سے انکار کیا جاسکتا ہے۔ جماعتِ اسلامی کے ممتاز عالم مولانا گوہر رحمٰن امام نووی کے حوالے سے لکھتے ہیں، علماء اس کام سے منع کرتے ہیں جس کے ناجائز ہونے پر اجماع ہو، جو اختلافی ہو اس سے روکنا جائز نہیں۔ (ترجمان القرآن اپریل ۲۰۰۲ء)

اگر کوئی ایسی چیز کو حرام قرار دے، جسے اللہ نے حرام قرار نہ دیا ہو اور اس سلسلے میں از خود لوگوں میں خود ساختہ شکوک، شبہات اور وسوسے پیدا کرے تو قرآن کے مطابق اس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔ (نحل:۱۱۷۔ یونس:۵۹) شارع اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایک فرمان کے مطابق نہ اُس چیز کو حلال قرار دیا جاسکتا ہے، جسے اللہ نے قرآن میں حرام قرار دیا ہو اور نہ اس چیز کو حرام قرار دیا جاسکتا ہے، جسے اللہ نے حلال قرار دیا ہو اور جس پر خاموشی ہے وہ جائز ہے۔ (ترمذی شریف، ابن ماجہ) شرعی جواز کے بغیر محض تعصب کی وجہ سے مسلمانوں میں وسوسے، تنازعات اور بدگمانیاں پیدا کرنا اور شرعی اصولوں پر ان کے اعتماد کو متزلزل کرنا بدترین گناہ ہے۔ قرآن میں ہے کہ 'اور جب ان (منافقین) سے کہا جائے کہ زمین پر فساد نہ کرو تو یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ! یہی (درحقیقت) فساد (تفرقہ) پھیلانے والے ہیں'۔ (سورۂ بقرہ:۱۱)

بعض نئے فرقوں کے نئے لوگ بے شمار علماء وفقہاء سمیت اپنے مسلمان والدین، دادا، نانا اور خاندان کے دیگر لوگوں کو بھی مشرک بدعتی اور جہنمی قرار دے ڈالتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بس ہم نے اب شریعت کو سمجھا ہے۔ شرک و بدعت کے یہ ازراں فتوے جہاں خاندانوں میں جھگڑوں کو جنم دیتے ہیں، وہاں یہ فتوے اُمتِ مسلمہ میں سنّی، وہابی اور دیوبندی اختلافات کا بھی ایک اہم سبب ہیں۔ معلوم نہیں کہ مسلمانوں کو کافر، مشرک، بدعتی اور جہنمی قرار دینے کا اختیار ان لوگوں کو کیسے حاصل ہو گیا؟ اِس ظلم، شرانگیز اور تفرقہ ساز کام کو دین کا کام کہنا دِین پر بہتان ہے۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خارجیوں کو اللہ کی مخلوق میں شریر ترین سمجھتے تھے اور فرمایا کہ وہ آیات جو کافروں کے متعلق نازل ہوئی ہیں اُنھیں یہ لوگ مومنوں پر چسپاں کرتے ہیں۔ (بخاری شریف کتاب الاستتابۃ المرتدین، باب قتل الخوارج والملحدین)

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ ربّ العزت کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا، بیشک اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، البتہ مجھے خدشہ ہے کہ تم دنیا کی محبت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ (بخاری شریف کتاب الجنائز، کتاب المغازی، کتاب الانبیاء)

حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا، تمہاری اُمت ہر چیز کے بارے میں پوچھتی رہے گی کہ یہ کیا ہے؟ وہ کیا ہے؟ حتیٰ کہ کہے گی کہ اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا کیا، اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ (مسلم شریف کتاب الایمان)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جب کسی کو اس طرح کا تردّد ہو تو وہ شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور اپنی توجہ وسوسے سے ہٹالے۔ (مسلم شریف کتاب الایمان)

شرعی اصولوں کو نظر انداز کر کے محض پسند و ناپسند کی بنیاد پر کسی جائز کو ناجائز یا کسی ناجائز کو جائز قرار دینا نہ صرف بری بدعت ہے بلکہ ایسا کرنا شریعت میں تبدیلی و اضافہ کرنا اور اللہ اور اس کے رسول کے حق کو استعمال کرنے کے برابر ہے۔ اسے دین کا کام سمجھنا اور ثواب قرار دینا شریعت پر ظلم ہے...... یہ شریعت پر ظلم نہیں تو کیا ہے؟ کہ ایک طرف عید پر گلے ملنے تک کو بری بدعت اور مکروہِ تحریمی (حرام کے قریب) کہا جائے (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۱۵۷۔ مطبوعہ دارالاشاعت کراچی) اور دوسری طرف کوّا کھانا ثواب قرار دیا جائے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۵۹۸) ایک طرف محرم کا شربت، گیارہویں، ایصالِ ثواب کی فاتحہ اور محفل میلاد کو ناجائز قرار دیا جائے خواہ یہ کسی غیر شرعی کام پر بھی مشتمل نہ ہوں (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۱۷۲، ۲۵۵) تو دوسری طرف ہندوؤں کی ہولی دیوالی کا کھانا اور اُن کے پیاؤ (سبیل) کا پانی پینا دُرست کہا جائے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۵۷۵) کہاں یہ شقی القلبی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یومِ ولادت منانے کو ہندوؤں کے کنیا کا جنم دِن منانے سے تشبیہ (براہین قاطعہ) اور کہاں یہ کشادہ دلی کہ بچوں کی سالگرہ منانا جائز (فتاویٰ رشیدیہ)۔ فکرِ آخرت سے محرومیت کی ایسی بے شمار مثالیں ہیں۔ ہم تو ایسی طرزِ فکر سے اللہ ربّ العزت کی پناہ طلب کرتے ہیں۔ (ملاحظہ کیجئے دستاویزی ویڈیو اختلاف کیوں؟ از مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی)

۱۹۶۳ء میں مودودی صاحب کی ایماء پر اُن کی جماعت نے پاکستان میں خانہ کعبہ کے غلاف کی نمائش میں حصہ لیا اور جلوس نکالا۔ اس بدعت کو 'خیرِ عظیم' قرار دیتے ہوئے مودودی صاحب لکھتے ہیں، شریعت کی اصطلاح میں جس بدعت کو ضلالت قرار دیا گیا ہے اس سے مراد وہ نیا کام ہے جس کیلئے شرع میں کوئی دلیل نہ ہو، جو شریعت کے کسی قاعدے یا حکم کے خلاف ہو جس سے کوئی ایسا فائدہ حاصل کرنا یا نقصان دور کرنا ہو جس کا شریعت میں اعتبار کیا گیا ہے اور جسے اس طرح لازم کیا جائے کہ اس کا نہ کرنا گناہ اور کرنا فرض ہو۔ اگر یہ صورت نہ ہو تو محض اس دلیل کی بناء پر کہ یہ کام حضور کے زمانے میں نہیں ہوا، اسے بدعت بمعنی ضلالت نہیں کہا جاسکتا۔ علمائے کرام نے کہا ہے کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ ایک واجب، دوسری مستحب، تیسری حرام، چوتھی مکروہ اور پانچویں مباح ہے۔ ہمارے اس قول کی تائید حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد (یہ کتنی اچھی بدعت ہے!) سے ہوتی ہے جو انہوں نے نمازِ تراویح کے بارے میں فرمایا۔ (ماہنامہ ترجمان القرآن اپریل ۱۹۶۳ء اور رسائل و مسائل ۴)

اس نظریۂ ضرورت کا نتیجہ ہے کہ اس گروہ کے رہنما ایسے کام بھی کرتے رہتے ہیں جنہیں وہ شرک و بدعت قرار دیتے ہیں۔ مثلاً مزارات پر حاضری دینا، جلوس عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکالنا۔ (روزنامہ جنگ کراچی ۱۹ جون ۲۰۰۹ء بمطابق ۱۵ اربیع الاوّل)

دارالعلوم کراچی کے مفتی محمد شفیع صاحب کے فرزند مولانا محمد ولی رازی صاحب نے جب صوبہ سندھ کے وزیر برائے مذہبی اُمور و اوقاف کا قلمدانِ وزارت سنبھالا تو بحیثیت صوبائی وزیر انہوں نے وہ کام بھی سرانجام دیئے جو اُن کے ہاں شرک و بدعت قرار دیئے جاتے ہیں۔ مثلاً عرسوں کا افتتاح، مزارات پر چادریں چڑھانا، مزار کی طرف منہ کر کے ہاتھ اُٹھا کر فاتحہ یا دعا کرنا وغیرہ وغیرہ۔ (بحوالہ اخبارات کراچی ۲۰۰۰ء) اسی نظریہ کے تحت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے والد مفتی محمود صاحب نے لاہور میں داتا دربار پر چادر چڑھائی اور حلوہ تقسیم کیا۔ (جنگ کراچی ۱۸ اگست ۱۹۷۷ء) اور شاید یہی نظریہ ضرورت تھا کہ دارالعلوم دیوبندی کی سوسالہ تقریبات کا افتتاح کرنے کا شرف مہمانِ خصوصی محترمہ اندرا گاندھی کو سونپا گیا۔ (اخبارات ۲۳ مارچ ۱۹۸۰ء) جبکہ قرآن میں ہے کہ تم تھوڑی قیمت پر میری آیات کو فروخت نہ کرو اور مجھ سے ڈرو۔ (سورۂ بقرہ ۴۱)

ہمیں تعصب، منافقت اور عقیدت کی اِس روش کو ترک کر دینا چاہئے کہ بس مخلص، صالح اور توحید و سنت کا پیکر وہی ہے جو ہماری جماعت کے ساتھ وابستہ ہے۔ کیا یہ بات اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے اور کیا اس صورت میں کوئی شرک و بدعت اور گمراہی کے فتوؤں سے محفوظ رہ سکتا ہے؟ تقوے کا یہ معیار واضح طور پر ایمان و اسلام کے تقاضوں کے منافی ہے۔

بعض افراد نمازِ تراویح میں آٹھ رکعتوں کو سنتِ رسول اور بیس رکعتوں کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ مگر ہر سال اور رمضان کی ہر شب میں نمازِ تراویح پڑھتے ہیں اور ختمِ قرآن بھی کرتے ہیں۔ حالانکہ احادیث سے تو اتنا ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صرف ایک مرتبہ اور وہ بھی رَمضانُ المبارک کی آخری تین راتوں میں تراویح کی نماز پڑھی اور اس میں بھی نہ تو قرآن ختم کیا اور نہ از خود جماعت بندی کی بلکہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے از خود آپ کے پیچھے جماعت بنائی۔ نمازِ تراویح کا مروجہ اہتمام حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شروع کیا جس پر دیگر صحابہ کرام علیہم الرضوان نے اجماع و اتفاق کیا۔

اسلام میں کسی مسئلہ کو حل کرنے کے چار ذریعے اور اصول ہیں جن سے شرعی احکام وضع کئے جاتے ہیں۔ قرآن، سنتِ رسول، اجماعِ اُمت اور قیاس یعنی قرآن و حدیث میں اس کے جواز میں مشابہ کسی پہلو کا ثابت ہونا۔ اگر کسی بات کا حکم قرآن میں نہ ہو اور نہ سنتِ رسول سے وہ بات ثابت ہو تو محض اس دلیل سے اس بات کو ناجائز قرار نہیں دیا جا سکتا۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو پوچھا کیسے فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے جواب دیا قرآن سے۔ فرمایا اگر تم اللہ کی کتاب میں اسے نہ پاؤ تو؟ عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت سے۔ فرمایا اگر سنتِ رسول میں بھی نہ پاؤ تو؟ عرض کیا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (خوشی سے) اُن کے سینے پر اپنا دستِ مبارک مارا اور فرمایا ساری تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جسے اللہ کا رسول پسند کرتا ہے۔ (ترمذی شریف۔ ابوداؤد)

صحابہ کرام اور اہل بیتِ اطہار نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری زمانے میں اور بعد میں اپنے دل سے بہت سی ایسی اچھی بدعتیں یا نئے نیک عمل بھی کیئے جن کا حکم نہ قرآن میں آیا، جو نہ حضور نے خود کیئے اور نہ کرنے کا حکم دیا۔ بخاری شریف کی ایک حدیث کا خلاصہ ہے کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاتبِ وحی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرآن جمع کرنے کا حکم دیا تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آپ وہ کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ کام اچھا ہے۔ یہ تاریخ اسلام کی پہلی بدعتِ حسنہ ہے۔ نمازِ تراویح لغوی نہیں ایک شرعی عبادت ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں ہر سال پورے رمضان جماعت سے نہیں ہوئی تھی۔ مگر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے رائج کرتے ہوئے اس کیلئے بدعت کا لفظ استعمال کیا اور فرمایا یہ کتنی اچھی بدعت ہے!

(بخاری شریف)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ میں دو اذانوں کا طریقہ شروع کیا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک ہی شہر میں نمازِ عید کے دو اجتماعات شروع کیئے، علمِ نحو ایجاد کیا۔ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلی مرتبہ شہید کیئے جانے سے پہلے دو رکعت نفل نماز ادا کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وعظ کیلئے جمعرات کا دن متعین کیا۔ (مشکوٰۃ۔ بخاری) حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وضو کے بعد دو رکعت نماز ادا فرماتے تھے حالانکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اس کا حکم نہیں دیا تھا۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ایجاد کردہ کام بدعت ہیں یا سنت؟ کچھ علماء کا خیال ہے کہ سنت ہیں۔ اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے طریقے کو سنت کہا اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے طریقوں پر چلنے کی ہدایت نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان میں موجود ہے۔ صحابہ کرام کے ایجاد کردہ کاموں کی اصل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت میں ملتی ہے۔ صحابہ نے تو بس انہیں رائج کیا۔ بعض کا خیال ہے کہ صحابہ کرام کے ایجاد کردہ کام سنت نہیں بلکہ بدعتِ حسنہ ہیں۔ حدیث میں خلفائے راشدین کی سنت کا مطلب اُن کا طریقہ ہے اور یہ طریقہ ان معنوں میں سنت نہیں جس طرح کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

لہٰذا اگر بدعت کے لفظ کو صرف برائی کے معنوں میں لیا جائے تو صحابہ کرام کے ایجاد کردہ طریقے یقیناً سنت اور سنتِ صحابہ ہیں جو سنتِ نبی کے مطابق و ملحق ہیں۔ لیکن اگر بدعت کے لفظ کو اچھے برے دونوں معنوں میں استعمال کیا جائے تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ایجاد کردہ کاموں کو بدعتِ حسنہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں جو نئی باتیں خلفائے راشدین نے اپنے دور میں اختیار کیں وہ اگرچہ اس اعتبار سے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں نہ تھیں بدعت ہیں اور یہ اچھی قسم کی بدعت ہوں گی بلکہ درحقیقت یہ سنت ہوں گی۔ (اشعۃ اللمعات کتاب الایمان)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر دین مکمل اور نبوت ختم ہوگئی۔ یہ جملہ کہہ کر اگر ان کے بعد کے تمام نئے کاموں کو بدعت، گمراہی، دین میں اضافہ اور شریعت میں تبدیلی قرار دے دیا جائے تو پھر یہ سوال ہے کہ کیا صحابہ کرام علیہم الرضوان کو دین میں اضافے اور شریعت میں تبدیلی کرنے کا حق حاصل تھا؟ یا کہ دین صحابہ پر مکمل ہوا؟ صحابہ کرام ہم سے زیادہ عاشق رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) تھے جو قرآن و سنت کے مفہوم اور شریعت کو ہم سے زیادہ سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے بے شمار ایسی بدعتیں یا نئے طریقے رائج کیے جن کی بنیاد نیکی اور اچھائی پر تھی اور جو کسی طرح بھی گمراہی، دین میں اضافہ اور شریعت میں تبدیلی نہ تھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ایجاد کردہ ان اچھے طریقوں میں سے بعض پر آج بھی مختلف مکاتبِ فکر کے افراد لازمی عمل کر رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ نئے اچھے کاموں پر عمل کرنا گمراہی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاں نثار صحابہ اور اہل بیتِ اطہار کا طریقہ ہے خواہ انہیں 'بدعت' کا نام دیا جائے یا 'نئے کام' کہا جائے۔

فتاویٰ فیض الرسول میں ہے کہ جائز و ناجائز ہونے کا معیار صحابہ کرام اور تابعین کے زمانے کا عمل نہیں بلکہ جائز و ناجائز کا معیار اچھائی اور برائی ہے۔ اچھی بات کسی زمانے میں ہو اچھی ہے، بری بات کسی زمانے میں ہو بری ہے۔ (جلد۲صفحہ۴۵۶) لہٰذا کسی چیز کو محض اس لئے جائز و سنت کے مطابق قرار نہیں دیا جاسکتا کہ وہ چیز قرونِ ثلثہ یعنی عہدِ رسالت، عہدِ صحابہ اور عہدِ تابعین میں تھی اور نہ ہی اسلیئے ناجائز اور خلافِ سنت قرار دیا جاسکتا ہے کہ وہ قرونِ ثلثہ میں نہ تھی۔ ورنہ عیسائیوں، یہودیوں کے عقائد و اعمال، شہادتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، دورِ یزید میں سانحہ کربلا اور خانہ کعبہ و مسجدِ نبوی کی بے حرمتی کے واقعات جائز قرار پائیں گے اور خطبے میں صحابہ کرام کے نام لینا، اِن کے نام پر کوئی پروگرام کرنا، اصولِ فقہ، کتب کی تدوین، قرآن کا ترجمہ و اعراب اور دیگر بے شمار اچھے کام ناجائز قرار پائیں گے۔

'جو بات قرآن، حدیث اور صحابہ سے ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے اور ناجائز ہے' اس سبق سے کی جانے والی ذہن سازی کا نتیجہ ہے کہ ایک مکتبہ فکر کے اہل علم نے کلمہ طیبہ کو ہی بدعت قرار دے ڈالا۔ کلمہ طیبہ کو بدعت قرار دینے کے جواب میں اِسی مکتبہ فکر کے قاری محمد طیب صاحب (سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند) کو ایک کتاب 'کلمہ طیبہ' تالیف کرنا پڑی۔ اس کتاب میں قاری صاحب لکھتے ہیں، مانا کہ روایات میں یہ جملہ ثانیہ (یعنی محمد رسول اللہ) مذکور نہیں لیکن اس کی نفی اور ممانعت بھی تو مذکور نہیں۔ (کلمہ طیبہ، صفحہ۸۴ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور) معقول صورت استدلال کی اگر ہو سکتی ہے تو وہ اثبات ہی کی ہو سکتی ہے جس میں بطورِ دلیل یہ کہا جائیگا کہ یا تو کلمہ طیبہ کی ممانعت کسی ایک ہی صحابی کے قول و فعل سے دِکھلا دی جائے ورنہ اسے جائز سمجھا جائے۔ (صفحہ۱۱۲) حجت کے سلسلے میں مستقلاً فعل صحابہ کا مطالبہ کیا جانا شرعی فن استدلال کو چیلنج کرنا ہے۔ (صفحہ۱۱۳)

کسی کام کا 'نہ ہونا' اور 'منع ہونا' ان دونوں باتوں میں فرق ہے۔ قاری محمد طیب لکھتے ہیں، عدم ذکر کے معنی دُنیا میں کہیں بھی نفی اور ممانعت کے نہیں ہوتے۔ (کلمہ طیبہ، صفحہ۸۴)

امام قسطلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں، کسی مبارک زمانے میں کسی کام کا کیا جانا اُس کام کے جائز ہونے کی دلیل ہے، مگر نہ ہونا اُس کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں۔ البتہ منع ہونا ناجائز ہونے کی دلیل ہوسکتا ہے۔ یہی بات شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تحفہ اثناء عشری میں فرمائی۔

کسی مصیبت کے وقت بخاری شریف کا ختم علمائے سلف کا طریقہ رہا ہے حالانکہ یہ بدعتِ حسنہ نہ قرآن سے ثابت ہے، نہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے اور نہ صحابہ کرام یا تابعین کے طریقے سے۔

مفتی رشید احمد گنگوہی (دیوبندی) لکھتے ہیں، قرونِ ثلٰثہ میں بخاری تالیف نہیں ہوئی تھی، مگر اس کا ختم دُرست ہے کہ ذکرِ خیر کے بعد دعا قبول ہوتی ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ کتاب العلم، صفحہ ۱۷۳)

یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات ذکرِ خیر اور دافع بلاء ہیں تو خود ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کیا اہمیت ہوگی اور محفل میلاد کس قدر خیر کا باعث ہوگی۔ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ کے سلسلے میں شرعی حدود میں خوشی کا اظہار، آپ کی سیرت وفضائل کا تذکرہ، تعریف وتوصیف کا بیان اور دُرود وسلام کی محفلیں خواہ ۹ ربیع الاوّل کو ہوں یا ۱۲ ربیع الاوّل کو یا ۱۷ ربیع الاوّل کو یا سال کے کسی بھی دن' جائز، باعثِ برکت اور باعثِ ثواب ہیں۔ اسلام میں کچھ دن، راتیں، تاریخیں یا مہینے مختلف فضیلتوں اور برکتوں کے حامل ہیں مگر اسلام میں کوئی دن تاریخ یا مہینہ منحوس نہیں۔

کسی کام کو جسے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جائز قرار دیا جا رہا ہو، اسے حضور نے خود کیوں نہیں کیا؟ اس کا انحصار کام کی نوعیت، ضرورت، ماحول اور مشیتِ الٰہی پر ہے۔ جو کام حضور نے نہ کیا اور نہ کرنے کا حکم دیا۔ اگر اس کی اسلامی شریعت میں ممانعت نہ ہو اور وہ کام قرآن وسنت کے کسی حکم وحکمت کے خلاف نہ ہو تو ایسا کام اللہ اور اس کے رسول کی رضا کیلئے کرنا کوئی بری بات نہیں۔ اگر اِسی پر بضد رہا جائے کہ یہ کام تو حضور کے زمانے میں بھی ہوسکتا تھا مگر حضور نے نہ کیا، لہٰذا اب اسے کرنا ناجائز اور بری بدعت ہے۔ اس اصول کو اگر ہر صورت از خود دُرست قرار دیا جائے اور دانستہ طور پر صرف پسندیدہ مثالیں پیش کر کے دیگر مثالوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو نظر انداز کردہ بہت سے اچھے کام ایسے ہیں جو حضور کے زمانے میں بھی ہوسکتے تھے مگر نہ ہوئے۔ مثلاً ہر سال پورے رمضان میں بیس رکعات باجماعت تراویح پڑھنا، قرآن پر اعراب لگانا، قرآن کو ایک لغت اور قرأت پر جمع کرنا، قرآن کو پاروں میں تقسیم کرنا، رکوع کے مقامات مقرر کرنا، مقابلہ قرأت کی محافل منعقد کرنا، مسجد میں محراب و مینار بنانا وغیرہ۔ جبکہ اِن تمام کاموں کی وجوہات باعث اور محرکات عہدِ رسالت میں موجود تھے۔ کیا معاذ اللہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پیش کردہ دین ناقص اور نامکمل ہے یا معاذ اللہ ثم معاذ اللہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دین اور فرائض رسالت میں کوتاہی اور خیانت کی، جو یہ کام اُمت کو نہ بتائے۔ معلوم ہوا کہ محض پسند و ناپسند کی بنیاد پر کسی چیز کو جائز یا ناجائز قرار دینے کا 'جدید قاعدہ' دُرست نہیں۔

مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں، جس کام کی ضرورت عہدِ رسالت میں موجود نہ تھی، بعد میں کسی دینی مقصد کو حاصل کرنے کیلئے پیدا ہوگئی وہ بدعت میں داخل نہیں۔ (سنت و بدعت، صفحہ ۱۲)

کسی کام کے نئے ہونے میں کوئی برائی نہیں اور نہ صرف پرانا ہونا کوئی اچھائی ہے بلکہ اچھائی برائی تو اسکے اچھے اور برے ہونے کی وجہ سے ہے نہ کہ نئے اور پرانے ہونے کی وجہ سے، خواہ یہ کام جب کا ہو یا اب کا، مگر شرط یہ ہے کہ وہ قرآن وحدیث کے خلاف نہ ہو۔

علماء اس حدیث پر متفق ہیں کہ جس چیز کو مسلمان (علماء) اچھا سمجھیں وہ چیز اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔ (مستدرک حاکم جلد ۳)

یادرکھئے! ہر نیا کام یا بدعت تین میں سے کسی ایک خصوصیت پر مشتمل ہوگی:۔

(۱) وہ اچھی ہوگی یا (۲) وہ بری ہوگی یا (۳) وہ نہ اچھی ہوگی نہ بری ہوگی۔

قرآن وحدیث سے ہمیں یہ اصول ملتا ہے کہ جو اچھی ہے اس پر عمل کیا جائے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود اس پر اجر و ثواب کی بشارت دی ہے۔ (مسلم و مشکوٰۃ شریف) جو بری ہے اسے نہ کیا جائے کہ وہ گمراہی ہے اور جو بدعت نہ بری ہے نہ اچھی، تو وہ جائز ہے۔

اگر ہم علمائے اُمت کو نظر انداز کر کے ہر اچھی بات کو محض نیا ہونے کی وجہ سے ناجائز قرار دیں اور صرف سنتِ رسول پر ہی زور دیں تو پھر انصاف کا تقاضا ہے کہ ہم ظاہر و باطن میں سنت کے رنگ میں رنگ جائیں۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا رہن سہن اختیار کریں، چھوٹا سا حجرہ، سادہ سا ایک لباس، کھانے کیلئے کھجور یا جو کا بغیر چھنا آٹا، سونے کیلئے ٹاٹ، سواری کیلئے جانور، قناعت و فاقے کا معمول اور جہاد کیلئے تیر، تلواریں اور نیزے وغیرہ۔ ان کے علاوہ باقی تمام کا شمار بدعات میں ہونا چاہئے، اس لئے کہ اسلام میں دُنیا دین سے جدا نہیں اور دین و دنیا وہی ہے جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پیش کیا۔ (نئی نئی باتیں از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس پیش گوئی کے مطابق آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد چار بڑے فتنے اور گمراہ کن بدعتیں پیدا ہوئیں۔ (۱) نبوت کا جھوٹا دعویٰ (۲) مرتد ہونا یعنی مسلمان ہونے کے بعد کفر اختیار کرنا (۳) زکوٰۃ سے انکار کرنا (۴) فتنہ خوارج و بغاوت۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے تحت رہتی دنیا تک یہ بڑی بدعتیں ہیں جو بڑے فتنوں کا سبب بنیں۔ اس بات کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ جب کچھ لوگوں کو روزِ محشر جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عرض کریں گے کہ اے میرے ربّ! یہ تو میرے صحابہ ہیں! کہا جائے گا اے حبیب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! آپ کو (از خود) اندازہ نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد دین میں کیا کیا بدعتیں نکالی تھیں۔ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِن سے جدا ہوئے، یہ (مرتدین) اپنی ایڑیوں کے بل دین سے پھرے رہے۔ (بحوالہ مسلم شریف، کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمہا واھلھا)

'ہر بدعت گمراہی ہے' اگر اس کا یہ مطلب نکالا جائے کہ دین اسلام میں ہر نئی چیز گمراہی ہے تو یقیناً ایک باشعور شخص اس بات کو اسلام پر ایک عظیم بہتان تصور کرے گا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ موجودہ زمانہ گمراہ کن مختلف بری بدعتوں سے خالی ہے اور نہ یہ کہ ہر نئے کام کو از خود بدعت قرار دے کر گمراہی سمجھ لیا جائے۔ اگر ہر بدعت کو گمراہی قرار دیا جائے تو صحابہ کرام کے دَور سے اب تک کے لاکھوں شرعی اجتہاد، فیصلے، احکام، مذہبی رسوم اور معاملات گمراہی قرار پائیں گے۔ اس سے اسلام میں اجتہاد کا دروازہ نہ صرف بند ہو جائے گا بلکہ ہماری زندگی کے اکثر معمولات بھی گمراہی کے زُمرے میں آئیں گے۔

علامہ ابن منظور افریقی' علامہ ابن اثیر کے حوالے سے لکھتے ہیں، حدیث میں 'ہر نیا کام بدعت ہے' اِس سے مراد وہ کام ہے جو شریعت کے خلاف ہو۔ (شرح مسلم ۲ صفحہ ۵۵۳ بحوالہ لسان العرب ۸ صفحہ ۶)

اسلام وہ دین ہے جس نے قوموں کو زندہ کیا اور انسانی ترقی کو رفتار بخشی۔ سنتِ پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علمی ترقی، سائنس، ٹیکنالوجی سمیت کسی نئے اچھے کام کی کبھی مخالف نہیں رہی۔ جنسی و اخلاقی بے راہ روی اور سکون سے محروم بے کل زندگیوں کا نام ترقی نہیں۔ اسلام ایسی بدعت اور نام نہاد ترقی کا مخالف ہے جس سے معاشرے میں برائیوں، بیماریوں اور فتنہ فساد کو فروغ حاصل ہو۔ اسلام ایک اعتدال پسند، امن پسند، ترقی پسند، سیدھا سادہ اور آسان دین ہے جس میں کسی ایسے کام پر کوئی جبر، پابندی اور قید نہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکامات کے خلاف نہ ہو۔ قرآن میں ہے کہ خداوندِ عالم نے تمہارے لئے دین میں ہرگز کسی قسم کی شدت اور سختی نہیں رکھی۔ (حج: ۷۸) شریعت نے جن مسائل میں آسانی اور سہولت فراہم کی ہے تو اس شرعی سہولت کو پس پشت ڈال کر ڈھونڈ ڈھونڈ کر دُشواری اور شدت اختیار کرنا کہ جس سے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ ہو ہرگز دین کی خدمت نہیں۔

کسی کے غلط کاموں کو اس کا مذہب و مسلک قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر کوئی مسلمان شراب پیتا اور بیچتا ہے تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ مسلمانوں کے مذہب میں شراب جائز ہے۔ ہمارے معاشرے میں بعض کام دینی یا دنیاوی طور پر ایسے بھی کیے جاتے ہیں جنہیں ہمارے ہاں کسی بھی مکتبہ فکر کے علماء کی سپورٹ حاصل نہیں ہوتی۔ جیسا کہ ماہِ محرم کے مختلف جاہلانہ طریقے، مختلف علاقوں یا خاندانوں میں شادی یا موت کی بعض رسمیں، مزارات اور عرسوں پر نامناسب طریقے یا یہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے نور کا ٹکڑا ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر جگہ اپنے حقیقی جسم کیساتھ حاضر اور موجود ہیں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر میلاد شریف یا محفل نعت میں ضرور تشریف لاتے ہیں۔ یہ عقائد ہمارے ہاں کسی بھی مذہب و مسلک کے مذہبی عقائد ہرگز نہیں۔ انہیں کسی معتبر حوالے کے بغیر کسی کی طرف منسوب کرنا ایک بہتان ہے۔ البتہ یہ عقیدہ ثابت ہے کہ افضل البشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات اُمت کے شہداء کی حیات سے افضل ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قبرِ انور میں تشریف فرما اُمت کے احوال و اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ اختیار کے تحت جس محفل میں چاہیں تشریف لا سکتے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جس پر چاہیں نظرِ کرم فرمائیں، اسے سوتے یا جاگتے میں اپنی زیارت سے مشرف کر سکتے ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں، رہا یہ شبہ کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیسے علم ہوا یا کئی جگہ ایک وقت میں کیسے تشریف فرما ہوئے تو یہ شبہ ضعیف ہے۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ) (تفصیل دیکھئے سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بعد وصال النبی از عبد المجید صدیقی مطبوعہ فیروز سنز۔ بہارِ شریعت ۱۶، مزاراتِ اولیاء اور توسل علامہ سیّد شاہ تراب الحق قادری) یہ بھی ضروری نہیں کہ کسی مکتبہ فکر کے کچھ افراد کا ہر عمل ایسا ہو جس پر اُس مکتبہ فکر کے دیگر علماء بھی متفق ہوں۔ لوگوں کو چاہیئے کہ اپنے مکتبہ فکر کے مہذبانہ اور عالمانہ تشخص (Image) کو مجروح کرنے سے گریز کریں۔

اسلام کسی کی بے عملی کی بناء پر اس کے کسی دوسرے نیک و جائز عمل پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتا۔ اللہ چاہے تو کسی کو محض راہ سے کانٹا ہٹانے یا کتے کو پانی پلانے پر بھی بخش سکتا ہے۔ (بمطابق بخاری شریف کتاب المظالم، کتاب المساقات)

قرآن میں ہے کہ بے شک اللہ نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (سورۂ توبہ: ۱۲۰)

بخاری شریف میں سورۃ الزلزال کی آیت ۷، ۸ کی تفسیر میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی گھوڑا نہر کے پاس سے گزرے اور پانی پی لے تو اس کے مالک کو اس کا ثواب ملے گا، اگرچہ مالک کا اِرادہ گھوڑے کو پانی پلانے کا نہ تھا۔

تفسیر ضیاء القرآن میں اِن آیات کی تفسیر میں ہے کہ بعض اوقات انسان چھوٹی نیکی کو حقیر سمجھ کر نظر انداز کر دیتا ہے اور بعض اوقات چھوٹے گناہ کو چھوٹا سمجھ کر اس کا ارتکاب کرتا ہے، یہ دونوں روشیں غلط ہیں۔ ان کے علاوہ سورۂ بقرہ آیت ۱۵۸، ۱۸۴، ۱۹۵، بنی اسرائیل ۷، حج ۷۷، آلِ عمران ۲۵، انعام ۱۶۰، حم السجدہ ۴۶، مومن ۴۰، نحل ۳۰، عنکبوت ۷، ۸ اور دیگر آیات و احادیث میں بھی نیکیوں اور برائیوں پر جزا و سزا کا بیان موجود ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ کوئی نیکی لازمی طور پر قبول ہو۔ کسی کوتاہی کی وجہ سے نیکیوں کے مسترد یا معلق رہنے کا امکان موجود ہے مگر اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ کسی کا یہ سمجھنا غلط ہے کہ وہ اپنی عبادات اور نیکیوں کی وجہ سے جنت میں جائے گا۔ نیکی کی جزا تو اللہ کا فضل اور برائی کی سزا اللہ کا عدل ہے۔ فقہاء اسلام نے کہا ہے کہ نیکیوں سے صرف صغیرہ (چھوٹے) گناہ معاف ہوتے ہیں کبیرہ (بڑے) گناہ توبہ کی قبولیت، یا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت یا محض اللہ تعالیٰ کے فضل و رحمت سے معاف ہوتے ہیں۔ (تفسیر تبیان القرآن ۵ صفحہ ۶۴۹ اور شرح مسلم شریف ۲ صفحہ ۳۰۲) قرآن کریم میں معافی کے ان تینوں ذرائع کا ایک ساتھ اس طرح بیان ہے، اور جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تو اے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)! یہ آپ کے پاس آجاتے اور اللہ سے معافی طلب کرتے اور اگر رسول بھی ان کی مغفرت چاہتے تو وہ یقیناً اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔ (النساء: ۶۴)

مفتی محمد شفیع اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ آج بھی روضہ اقدس پر حاضری اِسی حکم میں ہے۔ (معارف القرآن، جلد ۲ صفحہ ۴۶۰)

حدیث میں ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہو اور برائی کے بعد کوئی نیکی کرو جو اس برائی کو مٹا دے اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ (ترمذی شریف، مسند امام احمد)

اگر کوئی شخص فرائض و واجبات صحیح طرح یا پابندی سے ادا نہیں کرتا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس سے دیگر جائز کاموں کے بھی ترک کرنے کا مطالبہ کیا جائے یا کہ اس کے دیگر جائز کاموں کو ناجائز قرار دے دیا جائے بلکہ اس کی اصلاح کرتے ہوئے اس کو صحیح فرائض و واجبات کی طرف بھی راغب کیا جائے گا۔ اس لئے کہ فرائض و واجبات کا ضروری ہونا اپنی جگہ اور سنت و مستحب کاموں کا اچھا ہونا اپنی جگہ۔ کچھ افراد کا موقف یہ ہوتا ہے کہ صاحب اصل چیز تو فرائض و واجبات اور حقوق العباد ہیں۔ ان میں سے بعض تو یہ بات خلوصِ دل سے کہتے ہیں مگر بعض سادہ لوگ اس بنیاد پر ایک مستحب یا مباح کام کو ناجائز قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ ان کے نزدیک یہ کام ہر صورت میں ناجائز یا حرام ہی ہوتا ہے خواہ فرائض و واجبات پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اور غیر شرعی اُمور سے بچتے ہوئے اُسے دیانت دارانہ طور پر اختیار کیا جائے۔

اگر کوئی مستحب کام اور جائز کام کے کرنے میں حرام اور ناجائز کام کیا جا رہا ہو تو اوّل تو اس بری بات کو نکال باہر کرنا ضروری ہے اگر اس بری بات سے بچنا ممکن نہ ہو تو اس صورت میں حرام کام سے بچنے کیلئے مستحب کام کو ترک کرنا بہتر ہے مثلاً تاش کھیلتے ہوئے اور فلمی گانے سنتے ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایصالِ ثواب کے نام پر حلیم پکائی جائے اور تاش گانوں سے بچنا ممکن نہ ہو تو اس طرح حلیم پکانے سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ کسی دارالعلوم کی تقریب میں اگر بے پردہ اور غیر مسلم خاتون کو بطورِ مہمانِ خصوصی مدعو کیا جائے تو ایسی تقریب میں شرکت نہ کرنا ضروری ہے۔ شادی کی تقریبات یا بزرگانِ دین کے عرس جائز ہیں مگر ان پروگراموں سے فواحش و منکرات کا خاتمہ ناممکن ہو تو ان میں شرکت نہ کرنا بہتر ہے۔ سورۂ حدید آیت ۲۷ میں عیسائیوں کے بارے میں ہے کہ انہوں نے اللہ کی رضا کیلئے خود رہبانیت کی بدعت اختیار کی، ہم نے انہیں اس کا حکم نہیں دیا تھا مگر وہ اسے اس طرح نہ نبھا سکے (یا پابندی نہ کر سکے) جس طرح کہ نبھانا چاہئے تھا۔ تو ہم نے ایمان والوں کو اس کا ثواب عطا کیا اور ان میں سے بہت سے فاسق ہیں (جنہوں نے رہبانیت ترک کی یا اسے صحیح طرح نہ نبھایا)۔ معلوم ہوا کہ اللہ عزّ وجل اچھی بدعت پر عمل پیرا ایمان والوں کو اجر عطا فرماتا ہے مگر پھر اس کو ترک کرنے یا اس میں منع کردہ غلط باتیں شامل کرنے کو فسق و فجور قرار دیتا ہے اس کا انحصار احکام کی حیثیت و نوعیت پر ہے۔

بری بدعت ہر حال میں بری ہے خواہ اسے دینی یا دنیاوی طور پر مستحب و مباح کیساتھ اختیار کیا جائے یا محض شغل کے طور پر کیا جائے فواحش و منکرات کسی مزار پر ہوں یا کسی گھر پر، خوشی کی تقریب میں ہوں یا غم کے موقع پر، ہر صورت برے ہیں۔ سوچ کا یہ زاویہ ہرگز دُرست نہیں کہ میلاد اور نعت کو تو بدعت قرار دے کر ٹیلی ویژن یا ٹیپ بند کر دیا جائے اور دیگر پروگرام اس سبب قابل قبول ہوں کہ ان کی حیثیت دینی نہیں۔ کسی برے اور غلط کام کو کرنے کا یہ جواز ہرگز ہرگز درست نہیں کہ یہ مذہبی طور پر اور ثواب کی نیت سے نہیں کیا جاتا بلکہ یہ جواز برائیوں کی حوصلہ افزائی کرنے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

اگر کسی جائز کام میں کوئی ناجائز کام شامل ہو جائے تو شامل ناجائز کام ہی ناجائز قرار پائے گا اور جائز کام جائز رہے گا۔ مثلاً بزرگوں کی خدمات کے اعتراف میں ان کی یاد منانا، اُن کیلئے ایصالِ ثواب کرنا، ان کے مزار پر حاضری دینا، ان کے وسیلے سے دعا کرنا یا ان سے فیض و برکت حاصل ہونا ایک جائز عقیدہ و عمل ہے۔ مگر بزرگوں کے مزار کو سجدہ کرنا، مزار پر نشے کا کاروبار کرنا، بے حیائی کا مظاہرہ کرنا اور مزار پر دیگر غیر شرعی و جاہلانہ حرکتیں کرنا بلا شبہ غیر شرعی عمل اور بری بدعت ہیں۔ مگر اس وجہ سے دیگر جائز باتوں کو بھی ناجائز قرار نہیں دیا جاسکتا اور ایسا کرنا بھی ایک بری بدعت ہے۔ قرآن میں ہے کہ حق پر باطل کا رنگ چڑھا کر حق کو مشتبہ نہ بناؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ۔ (سورۂ بقرہ:۴۲)

گوبلز کا قول ہے، اتنا جھوٹ بولو کہ وہ سچ معلوم ہونے لگے۔ اس قول کے تحت بعض اوقات محض تعصب کے باعث ایسی باتیں بھی اہلسنّت سے منسوب کردی جاتی ہیں جو خود ساختہ ہوتی ہیں اور جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر ایک مکتبہ فکر کے فقیہ العصر مولانا محمد یوسف لدھیانوی لکھتے ہیں، بعض لوگ بڑی ڈھٹائی سے یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عالم الغیب نہیں بلکہ رسول اللہ عالم الغیب ہیں، ایسا کلمۂ کفر سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ (اختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم، صفحہ۴۲) جبکہ اس کتاب میں حوالے کے بغیر پیش کردہ یہ عقیدہ اور اس طرح کے دیگر عقائد، عالم تو عالم کسی جاہل کے بھی نہیں۔ دارالعلوم بنوری ٹاؤن کراچی کے مفتی صاحب کی تصدیق کردہ ایک کتاب میں تو یہ تحریر ہے کہ ان لوگوں نے ایک مخصوص نماز 'صلوٰۃِ غوثیہ' ایجاد کی ہے جو بغداد کی طرف رُخ کر کے پڑھتے ہیں۔ (از بدعت اور اس کی مختلف شکلیں، صفحہ۱۰۷)

اللہ اللہ! خوفِ خدا کے نام پر بے خوفی کا یہ عالم! کیا ان لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ قیامت کبھی نہیں آئے گی؟ اختلافِ رائے اپنی جگہ مگر یہ تو دین کے نام پر جھوٹ، فریب، بہتان تراشی اور دھوکہ دہی ہے۔ ہم ایسی بدمذہبی اور اندھے تعصب سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔ ہمیں تبلیغ، للّٰہیت، تقویٰ اور قرآن و سنت کے نام پر اس طرح کی فتنہ پرور باتوں سے مسلمانوں میں بدگمانیاں پھیلانے سے گریز کرنا چاہئے۔ سادہ لوح عوام کو فریب دینے کیلئے بعض کتابوں میں ایسی ٹیکنیکل خیانتیں بھی کی گئی ہیں کہ سلف صالحین اور بزرگوں کے عقائد و معمولات سے چشم پوشی اختیار کر کے صرف ان کے بعض اقوال کو من پسند معنوں میں کوڈ کیا گیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام علیہم الرضوان سے اپنا خواب بیان کیا کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص کے جبڑوں کو لوہے کے ایک آنکڑے سے اُسکی گدی تک بار بار چیرا جا رہا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ شخص ہے جو بہت جھوٹا ہے جھوٹی باتیں گھڑتا ہے اور لوگ اس کی جھوٹی باتیں نقل کر کے دنیا بھر میں پھیلاتے ہیں، اس کو قیامت تک اسی طرح عذاب دیا جاتا رہے گا۔ (بحوالہ بخاری شریف اوّل، پارہ۶)

ایک اور حدیث میں ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا، یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُمت کے واعظین ہیں۔ (مشکوٰۃ۲)

مخبر صادق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، آخری زمانے میں بہت سے دجّال اور کذاب ہوں گے، وہ تمہیں ایسی ایسی باتیں سنائیں گے جو تم نے کبھی نہ سنی ہوں گی، نہ تمہارے باپ دادا نے۔ ان سے بچتے رہو وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔ (مسلم، مشکوٰۃ، صفحہ ۲۸)

آپ کے علم میں ہونا چاہئے کہ آج بھی عالمِ اسلام کی اکثریت جن عقائد کی حامل ہے یہ وہی عقائد ہیں جو صحابہ، اہل بیت، اولیاءِ عظام اور علماءِ سلف کے تھے۔ جن پر امام ابوحنیفہ، غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مجدد الف ثانی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، امام احمد رضا محدث بریلوی (رحمہم اللہ تعالیٰ) اور عالمِ اسلام کی اکثریت ہمیشہ رہی ہے۔ (مطالعہ کیجئے عقائد و نظریات از علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری۔ بزرگوں کے عقیدے از مفتی جلال الدین احمد امجدی۔ عیدوں کی عید از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

آسان زبان میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول کو 'حدیثِ نبوی' اور فعل کو 'سنتِ نبوی' کہا جاتا ہے۔ تمام احادیث پر عمل کرنا ناممکن ہے اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصیات و کمالات بھی احادیث میں ہیں۔ گذشتہ اُمتوں کا ذکر بھی ہے اور مستقبل کی پیش گوئیاں بھی۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے احادیث پر نہیں سنتوں پر عمل کرنے کی ہدایت کی ہے، سوائے ان سنتوں کے جو خصوصی یا منسوخ ہیں۔ اس روشنی میں سنتِ رسول' رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جاری کردہ وہ طریقہ ہے جو اُمت کے عمل کرنے کیلئے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض سنتیں ایسی ہیں جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے ہی خاص ہیں یا آپ نے اپنے کسی صحابی کیلئے خاص کیں۔ مثلاً آپ کا بیک وقت چار سے زیادہ نکاح کرنا، حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھ ماہ کے بکرے کی قربانی کی اجازت دینا (بخاری شریف)، حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ریشم کا کپڑا پہننے کی اجازت دینا (بخاری شریف)، حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہننے کی اجازت دینا، وصال کے روزے (بخاری شریف) یا کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روزے کے کفارہ والا واقعہ وغیرہ۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہیں۔ نبی کو شرعی احکام جاری کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ (سورۂ بقرہ ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۵۱۔ آل عمران ۱۶۴۔ الاعراف ۱۵۷۔ توبہ ۲۹۔ حشر ۷۔ احزاب ۳۶۔ نساء ۶۴، ۸۰)

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ یہ اختیار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امتیازی خصوصیات اور منصبِ رسالت کو اُجاگر کرتا ہے۔ اُمتی کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اِن خصوصی سنتوں پر عمل کرنا منع ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو اور غسل کے استعمال شدہ پانی کو برکت کیلئے اپنے چہروں پر ملتے اور پی بھی لیا کرتے تھے۔ (بخاری شریف، الخصائص الکبریٰ)

وقار الفتاویٰ میں ہے کہ مریدین کا اپنے پیر کے وضو، غسل کا مستعمل (استعمال شدہ) پانی پینا ناجائز ہے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اِن تخصیصی واقعات کو دلیل بنانا کسی بھی شخص کیلئے جائز نہیں ہے۔ (جلد اوّل صفحہ ۱۷۸)

بعض کاموں کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اختیار کر کے ہمیشہ کیلئے ترک کر دیا یا ان سے منع فرمایا وہ متروک اور منسوخ سنتیں ہیں اور سنتِ رسول کے زمرے میں نہیں آتیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے تمہیں تین دن کے بعد قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے سے منع کیا تھا، پس اب کھاؤ، صدقہ کرو اور ذخیرہ کرو۔ اور میں نے تمہیں نبیذ (ایک مشروب) بنانے سے منع کیا تھا پس اب تم نبیذ بناؤ اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ اور میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب قبروں کی زیارت کرو اور کوئی بے ہودہ بات نہ کرو۔ (موطا امام مالک)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے تم کو چمڑے کے برتنوں میں پینے سے منع کیا تھا، اب تم ہر برتن میں پیا کرو البتہ نشہ آور مشروب نہ پینا۔ (مسلم شریف)

حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر ہر عمل میں اُمت کیلئے رہنمائی اور تعلیم ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بعض سنتیں اُمت کو مختلف شرعی مسائل اور معاملات سے آگاہ کرنے کا سبب ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا مگر ایک مرتبہ ایک عذر کے باعث کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عمل سے اُمت کو مجبوری کی صورت میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اجازت ملی ورنہ مجبوری کی حالت میں بھی کھڑے ہو کر پیشاب کرنا گناہ ہوتا جو کہ اب نہیں ہے۔ اس حدیث کو بنیاد بنا کر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کو عادت بنا لینا غلط ہے۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اگر ایک آدھ مرتبہ ننگے سر نماز پڑھ لی تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معمول کو فراموش کر کے ننگے سر نماز پڑھنے کو عادت بنا لیا جائے۔

بعض اوقات ایک کام جائز ہوتا ہے مگر لوگ اُس کا ناجائز فائدہ اُٹھانے لگتے ہیں یا اُس کے جائز ہونے کی وجہ باقی نہیں رہتی تو علماء اس کی نوعیت دیکھ کر اُس کام کو منع فرماتے ہیں۔ اسی طرح بعض اوقات ایک منع کردہ کام کے منع کرنے کی وجہ ختم ہو جائے تو اُسے (حیثیت کے مطابق) کرنے سے منع نہیں کیا جاتا۔ یہ اسلام کا ایک فقہی اصول ہے کہ بعض اوقات زمانہ بدلنے سے فقہی احکام بھی بدل جاتے ہیں۔ (رسائل ابن عابدین شامی، جلد۱ صفحہ۴۵، مطبوعہ سہیل اکیڈمی) (شرح مسلم شریف۲ صفحہ۷۹) قرآن کو مزین کرنا پہلے مکروہ تھا اب جائز ہے۔ (شرح مسلم۲ صفحہ۵۵۵) پہلے مساجد کی تزئین و آرائش کرنا، محراب بنانا اور مسجد کی دیواروں پر قرآن کی آیات لکھنا صحیح نہ تھا۔ (اتقان) جیسا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے، تم مسجدوں کو اس طرح مزین کرو گے جیسے یہود و نصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں کو کیا ہے۔ (ابو داؤد، کتاب الصلوٰۃ، مسلم شریف کتاب الزہد والرقاق) مگر چونکہ آج یہود و نصاریٰ کی پیروی یا تشبیہ میں تکبر کے اظہار کیلئے مساجد کو رنگ و روغن، مزین اور سجایا نہیں جاتا بلکہ اللہ کے گھر کی تعظیم، عظمت کے اظہار اور دل سے اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی کیلئے سجایا جاتا ہے اور محراب، مینار، گنبد بنائے جاتے ہیں۔ لہٰذا اب بعد کے علماء نے ان کاموں کو جائز قرار دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض اوقات وہ کام منع ہو سکتے ہیں جو منع کرنے کی حکمت کے خلاف ہوں اور جو نئے کام منع ہونے کے اصل مقصد اور شریعت کی رو کے خلاف نہ ہو وہ صورتحال دیکھ کر جائز بھی قرار دیئے جاسکتے ہیں۔

ایک حدیث میں بری بدعت کی دو خصوصیات بیان ہوئی ہیں۔ (۱) جو گمراہ کردینے والی ہو یعنی قرآن وسنت کے خلاف ہو۔ (۲) جس میں اللہ ورسول کی رضامندی شامل نہ ہو۔جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے ایسی بدعت کو ایجاد کیا جو گمراہی ہو اور اللہ اور اس کا رسول اس سے راضی نہ ہوں تو اس کو اس (بری بدعت) پر عمل کرنے والوں کے برابر گناہ ملے گا اور اس (بری بدعت) پر عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی۔ (مشکوٰۃ، مسلم، ترمذی شریف باب العلم)

بعض علماء عیسائیت اور یہودیت کے عقائد واعمال کو بدعت قرار نہیں دیتے اس لئے کہ یہ عقائد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی تھے جبکہ قادیانی، آغا خانی اور وہابی مذہب کے عقائد کو بدعت کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ عقائد عہدِ رسالت میں نہ تھے۔ (جاء الحق از مفتی احمد یار خاں نعیمی)

عقائد اور اعمال کے جو طریقے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ ظاہری میں اختیار کئے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہیں۔ ان میں سے جو کام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تقریباً ہمیشہ یعنی اکثر کئے اور بغیر وجہ کے کبھی انہیں ترک نہیں کیا اور جن کی تاکید فرمائی مگر ترک ہوجانے پر منع بھی نہیں فرمایا تو یہ کام سنتِ مؤکدہ ہیں۔ (جسے ترک کرنے سے منع کیا وہ واجب ہیں) سنتِ مؤکدہ کو ادا کرنا ثواب اور ترک کرنا برا ہے، اگر ترک کو عادت بنالیا جائے تو مکروہِ تحریمی اور عذاب کا باعث ہے اور اگر کبھی کبھی ترک ہو تو یہ ملامت یعنی عتاب کا باعث ہے۔ جو کام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بغیر وجہ اور عذر کے کبھی کبھی ترک فرمائے وہ سنتِ غیر مؤکدہ اور جو کبھی کبھی ادا فرمائے وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مستحب کام ہیں۔ اگر سنتِ غیر مؤکدہ کبھی کبھی ترک ہو تو کوئی بات نہیں لیکن اگر سنتِ غیر مؤکدہ کے ترک کو مستقل طور پر عادت بنالیا جائے تو یہ باعثِ عتاب (ملامت) ہے۔ مستحب کو ادا کرنا ثواب ہے اور نہ کرنے کا کوئی گناہ نہیں۔ بعض کے نزدیک بعض مستحبات کا ترک مکروہِ تنزیہی ہے اور باعثِ ملامت ہے۔ ضروری نہیں کہ ہر مستحب کام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اُسی طرح ثابت ہو۔ اگر کسی کام کی اچھائی اور پسندیدگی کا اشارہ بھی شریعت میں ملتا ہے تو وہ کام مستحب ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور کی ہر سنتِ غیر مؤکدہ مستحب ہے مگر ہر مستحب سنتِ غیر مؤکدہ نہیں۔ (متفرق ماخوذ از فتاویٰ رضویہ ا۔ تفسیر تبیان القرآن ۷ صفحہ ۸۲۲۔ بہارِ شریعت ۲ اور دیگر کتب)

سنتِ غیر مؤکدہ اور مستحب کاموں کو لغوی اعتبار سے نفل بھی کہا جاتا ہے۔ شرعی طور پر سنتِ رسول سے مراد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جاری کردہ وہ طریقہ ہے جو اُمت کیلئے باعثِ اتباع ہو۔

بعض کام حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ کی عبادت کیلئے کئے اور بعض کام روزمرہ زندگی کے عام دنیاوی معمولات کی حیثیت سے بطورِ عادت یا اتفاقی طور پر کئے۔ بعض علماء عبادت والے کاموں کو تو سنتِ مؤکدہ اور سنتِ غیر مؤکدہ میں تقسیم کرتے ہیں مگر عادت والے کاموں کو صرف سنتِ غیر مؤکدہ کے درجے پر رکھتے ہیں۔ مولانا مودودی اس سلسلے میں ایک عجیب اور مختلف عقیدہ رکھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں، آپ کا یہ خیال کہ نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) جتنی بڑی داڑھی رکھتے تھے، اتنی بڑی داڑھی رکھنا سنتِ رسول یا اسوۂ رسول ہے، یہ معنی رکھتا ہے کہ آپ عاداتِ رسول کو بعینہٖ وہ سنت سمجھتے ہیں جس کے جاری اور قائم کرنے کیلئے نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور دوسرے انبیاء علیہم السلام مبعوث کئے جاتے رہے ہیں مگر میرے نزدیک صرف یہی نہیں کہ یہ سنت کی صحیح تعریف نہیں ہے۔ بلکہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس قسم کی چیزوں کو سنت قرار دینا اور پھر ان کے اتباع پر اصرار کرنا ایک سخت قسم کی بدعت اور ایک خطرناک تحریفِ دین ہے۔ (رسائل و مسائل اوّل) مولانا یوسف لدھیانوی اس بات کو مولانا مودودی کی غلط فہمی اور ایک بے ہودہ جسارت قرار دیتے ہوئے سوال کرتے ہیں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں کے مقابلے میں اتنا جری ہو، کیا وہ عالمِ دین کہلانے کا مستحق ہے؟ (اختلافِ اُمت اور صراطِ مستقیم، صفحہ ۱۸۷)

خلافِ سنت وہ عمل ہے جو اس سلسلے میں موجود حضور کی کسی اصل سنت کے مقصد، منشاء اور حکمت کے خلاف ہو اور جس سے حضور کی کسی سنت کا مقصد ختم ہو جائے نہ کہ وہ عمل جو حضور کی سنت نہ ہو۔ کسی کام کو خلافِ سنت قرار دینے کیلئے ایک تو اس کے مقابل اصل سنتِ رسول پیش کرنا ضروری ہے، دوسرے یہ کہ سنت کے خلاف قرار دیئے گئے کام کو مقابل اصل سنت کی حکمت و منشاء کے خلاف ثابت کرنا ضروری ہے۔ 'بدعت وہ ہے جو سنت مٹا دے' اس خاص جملے کا معنی بھی یہی ہے کہ بری بدعت وہ ہے جو سنت کا مقصد مٹا دے۔ یہی وجہ ہے کہ مسواک کرنا سنت ہے مگر برش کرنا خلافِ سنت نہیں بلکہ بعض علماء کے نزدیک منجن و ٹوتھ پیسٹ سے دانت کرنا بھی سنتِ مسواک کے حکم میں ہے اور اس سے بھی سنت کا ثواب ملے گا۔ (شرح مسلم شریف اوّل صفحہ ۱۹۱۴ از علامہ غلام رسول سعیدی)

غیر سنت کو سنت پر فضیلت نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جس نے میری اُمت میں فتنہ فساد کے زمانے میں میری ایک سنت پر عمل کیا اسے سو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ)

اس حدیث کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ جو کام نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت نہیں وہ بدعت ہے۔ ایسا کام کرنا جائز اور ثواب کا باعث بھی ہوسکتا ہے۔ بشرطیکہ اسے شرعی طور پر لازم قرار نہ دیا جائے اور وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی سنت کی منشاء کے خلاف نہ ہو اور قرآن وحدیث میں اس کی ممانعت نہ ہو۔ جیسا کہ پاک ٹوتھ پیسٹ اور برش سے دانتوں کی صفائی کرنا، عمامے کے بجائے اپنی پسند کی کوئی مخصوص ٹوپی پہننا، مختلف درود شریف اور دعائیں پڑھنا وغیرہ وغیرہ۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کوئی سنت کسی جائز یا مستحب بدعت پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتی اور نہ ہی کسی مستحب اور جائز کام کی مخالفت کرنا نبی کریم یا صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔

سنت کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ احادیث وسنتِ نبوی قرآن کو سمجھنے اور صاحبِ قرآن (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے قلبی تعلق کو مضبوط کرنے کا ذریعہ ہیں۔ قرآن کی علمی تفسیر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث وسنت میں ملتی ہے۔ قرآن میں صلوٰۃ کا ذکر ہے مگر یہ احادیث کے ذریعے سنتِ نبی سے معلوم ہوا کہ نماز کیا ہے، اس کے اوقات کیا ہیں، رکعتیں کتنی ہیں، نماز کی شرائط وترتیب کیا ہیں، قرآن نے جن باتوں کا حکم دیا سنت سے ان کی تفصیل، مفہوم اور طریقہ کار کا پتا چلتا ہے۔

اچھی اور جائز بدعتیں

ذیل میں وہ چند کام درج ہیں جن کا نہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اور نہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی حدیث میں حکم دیا اور نہ اس انداز میں یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کسی عمل سے ثابت ہیں مگر اس کے باوجود آج مسلمان انہیں کرنا نہ صرف یہ کہ جائز بلکہ ثواب کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر ان بدعتوں پر ثواب کیسا؟ اور ان اُمور پر دین کی اصل شکل مسخ کرنے کا الزام کیوں نہیں؟ صرف اس لئے کہ یا تو ان کی اصل قرآن وحدیث میں موجود ہے یا پھر یہ اسلام کے شرعی احکام اور اصولوں کے خلاف نہیں اور نہ ہی انہیں قرآن وحدیث میں منع فرمایا گیا ہے۔

- ☆ مساجد میں قرآن اور تسبیح وغیرہ رکھنا، مینار، گنبد اور محراب بنوانا۔
- ☆ قرآن کریم پر زیر، زبر، پیش، نقطے لگانا، قرآن کا ترجمہ کرنا، اس پر غلاف چڑھانا۔
- ☆ قرآن کی الگ الگ پاروں میں تقسیم۔ سورتوں کی موجودہ ترتیب۔ رکوع کے مقامات۔
- ☆ دکانوں، گھروں اور مساجد میں قرآن خوانی، ختم آیتِ کریمہ، کلمہ یا دیگر خاص آیات باہتمام پڑھنا۔
- ☆ 'صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم' کو بطورِ درود شریف پڑھنا لکھنا۔ (بحوالہ بدعت ہی بدعت از علامہ فیض احمد اُویسی)
- ☆ دینی مدارس میں درسِ حدیث کا افتتاح، ختم بخاری شریف یا کوئی دینی تقریب منعقد کرنا۔
- ☆ بزرگوں کے آزمودہ مختلف درود شریف، دعائیں یا نعت وسلام پڑھنا۔
- ☆ ہر سال پورے رمضان جماعت کے ساتھ بیس رکعت تراویح پڑھنا، محفل شبینہ یا چند روزہ تراویح کا انتظام کرنا۔
- ☆ تراویح کے اختتام پر ختم قرآن کی محفل کرنا، دعائے ختم القرآن پڑھنا، ختم قرآن کیلئے رقم جمع کرنا۔
- ☆ کوئی تاریخ مقرر کر کے درس قرآن، محفل نعت، محفل درود وسلام، محفل میلاد، جلسۂ سیرت النبی، قرآن وسنت کانفرنسیں اور مختلف دینی تبلیغی اجتماعات کا باقاعدہ انعقاد کرنا (کسی کا یہ کہنا اُس کی غلط فہمی ہے کہ یہ تمام اعمالِ خیر صرف عربی زبان میں کیے جائیں تو ثواب ہوگا ورنہ نہیں ہوگا)۔
- ☆ شرعی حدود میں بزرگوں کے ایام منانا۔ ان کے ایصالِ ثواب کیلئے قرآنی آیات پڑھنا، صدقہ، خیرات کرنا۔
- ☆ مختلف انداز سے دینی علوم حاصل کرنا، دینی کتابیں لکھنا، چھاپنا اور تقسیم کرنا۔
- ☆ وابستگی کے اظہار یا برکت کیلئے دکانوں، مکانوں اور مساجد میں قرآنی آیات لکھنا یا طغرے لگانا۔
- ☆ جمعہ میں مروّجہ خطبہ پڑھنا، خطبے سے قبل تقریر کرنا۔
- ☆ ایمانِ مجمل، ایمانِ مفصل اور چھ کلمے پڑھنا، یاد کرنا۔
- ☆ دینی مدارس کا قیام، ان کا نصاب ونظام۔
- ☆ مدارس کی سالانہ یا سو سالہ تقریب منانا، طلبہ کی دستار بندی کرنا اور اُن میں اسناد تقسیم کرنا۔
- ☆ اِفطار پارٹی، عید ملن پارٹی منعقد کرنا۔

(مزید مثالوں کیلئے دیکھئے 'بدعت ہی بدعت' از علامہ فیض احمد اویسی)

بری ناجائز بدعتیں

چند وہ ناجائز کام یا بری بدعتیں ہیں جن کو قرآن و حدیث میں منع فرمایا گیا یہ اسلام کے مزاج اور اصولوں کے خلاف ہیں۔ علماء نوعیت کی وجہ سے بدعتِ سیئہ کو حرام اور مکروہ کی اقسام میں بھی تقسیم کرتے ہیں حتیٰ کہ بعض اوقات بری بدعتیں شرک اور کفر کی حد تک بھی پہنچ سکتی ہیں۔

☆ اسلامی قوانین کے نفاذ کی بجائے غیر اسلامی قوانین اور سسٹم کا نفاذ۔ مثلاً پاکستان کا عدالتی نظام۔ جبکہ قرآن میں اللہ عزّ وجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیروی کا حکم ہے۔

☆ مسلم ممالک کے حکمرانوں کا ذاتی اقتدار کیلئے اسلام دشمن ممالک سے مدد حاصل کرنا یا مسلمانوں کے خلاف اُن کی مدد کرنا جیسے 2004 - 2003 میں عراق کے مسلمانوں کے خلاف مدد کی۔

☆ ایصال ثواب کو فرض، واجب یا لازم قرار دینا، یعنی انہیں نہ کرنے کو یا دیگر ایام میں کرنے کو ناجائز، حرام اور گناہ قرار دینا۔ کوئی خودساختہ اور غلط بات کسی سے منسوب کرنا۔

☆ عورتوں کا بے پردہ سنور کر خوشبو لگا کر گھومنا۔

☆ شادی بیاہ و دیگر تقریبات پر فضول خرچی یا خلافِ شریعت کام کرنا۔ (بے حیائی اور فضول خرچی واضح طور پر قرآن و حدیث میں سخت منع ہے۔)

☆ عورتوں اور مردوں کی مشترکہ تقریبات کرنا۔ محلے یا بازار میں خواتین کا بے پردہ ہو کر خریداری کرنا۔

☆ درسِ قرآن، جلسہ سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، محفل میلاد، نعت اور سلام کو ناجائز اور بری بدعت کہنا۔

☆ سود کو جائز، جہاد کو منسوخ قرار دینا، ارکانِ اسلام کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج میں سے کسی کو کم زیادہ کرنا (کہ ارکانِ اسلام کے انکار پر کفر واضح ہے۔)

☆ میت پر احباب کی شاندار دعوتیں کرنا اور غریبوں کو ان سے یکسر محروم رکھنا۔

☆ کسی پیر یا مزار کو سجدہ کرنا اور مزارات پر دیگر غیر شرعی کام کرنا نہ صرف یہ کہ بری بدعت ہیں بلکہ ان میں سے تو بعض کام حرام و کفر کے زمرے میں آتے ہیں (کسی مزار یا پیر کو عبادت کی نیت سے سجدہ کرنا کفر اور تعظیم کی نیت سے سجدہ کرنا حرام ہے۔)

☆ تعزیہ داری اور ماہِ محرم کی مختلف خرافات۔

☆ کسی مستحب و مباح بدعت پر خود ساختہ اور غیر شرعی پابندی لگانا۔

☆ اللہ کی جائز کردہ چیزوں کے متعلق اس کے بندوں میں شک پیدا کرنا اور ان پر عمل کرنے والے مسلمانوں کو شرک و بدعت کا مرتکب قرار دے کر دین اسلام سے از خود خارج کر دینا۔

☆ میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، بزرگوں کے ایصالِ ثواب اور عرس کو شرعی دلیل کے بغیر ہر صورت حرام کہنا۔

☆ صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور اولیائے عظام کو برا کہنا۔

☆ تقلید، تقدیر، واقعہ معراج اور احادیث کا انکار کرنا۔

☆ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضے کی زیارت کیلئے سفر کرنے کو شرک اور حرام قرار دینا۔

☆ وسیلے کو ناجائز قرار دینا، حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنا، جیسا کہ دیو بند مسلک میں کوا کھانا ثواب قرار دیا گیا ہے۔
(فتاوی رشیدیہ حرمت اور جواز کے مسائل، صفحہ ۵۹۸)

☆ نماز میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خیال کو برا اور شرک قرار دینا جیسا کہ صراطِ مستقیم میں اسماعیل دہلوی نے لکھا۔

☆ کسی بھی موقعہ پر جھوٹی روایات اور غلط نعتیہ اشعار پڑھنا۔

☆ بروج، ستاروں یا سیاروں کو مستقبل کی خبروں کے حصول کا ذریعہ سمجھنا۔

(مزید مثالوں کیلئے دیکھئے 'نئی نئی باتیں' از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد)

اچھی نہ بُری بدعتیں

یہ بھی بدعتیں ہیں مگر جائز ہیں۔ ان کی نہ تو کوئی مذہبی حیثیت ہے اور نہ ان کے کرنے میں کسی کی نیت ثواب کی ہوتی ہے اور نہ یہ قرآن وحدیث میں منع ہیں۔ مثلاً نکاح پڑھانے کے پیسے لینا، شرعی حدود میں اپنی یا بچوں کی سالگرہ منانا، سہرا باندھنا۔ ان جائز بدعتوں میں ہوائی جہاز، کمپیوٹر، لاؤڈ اسپیکر، قالین، لیبارٹری ٹیسٹ، طرح طرح کے کھانے، کپڑے اور دورِ جدید کی مختلف ایجادات وسہولتوں کا استعمال بھی شامل ہیں۔

بعض علماء نئے دنیاوی امور کیلئے بدعت کا لفظ استعمال نہیں کرتے بلکہ صرف ان نئے امور کو بدعت قرار دیتے ہیں جنہیں دینی طور پر نیکی کی نیت اور ثواب کی اُمید پر کیا جائے یا پھر ان دنیاوی امور کو لغت کے اعتبار سے بدعت قرار دیتے ہیں مگر شرعی لحاظ سے بدعت قرار نہیں دیتے۔ بعض کا یہ خیال ہے کہ احداث فی الدین دین میں بدعت منع ہے مگر احداث للدین دین کیلئے بدعت منع نہیں۔ کسی نئے کام کو دین اور عبادت سمجھ کر کرنا بری بدعت ہے مگر کسی دینی مقصد کے حصول اور عبادت کا ذریعہ سمجھ کر کرنا بری بدعت نہیں۔ (سنت وبدعت، صفحہ ۱۲ از مفتی محمد شفیع)

دینِ اسلام میں دنیا کا کوئی بھی جائز کام (خواہ دینی ہو یا دنیاوی) اگر اچھی نیت سے کیا جائے تو اس پر ثواب ملتا ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ مسلمان سے خندہ پیشانی سے ملنا صدقہ کا ثواب رکھتا ہے۔ اپنے بچوں کو پالنا نیتِ خیر سے ہو تو ثواب ہے۔ لہٰذا مسلمان کا ہر دنیاوی کام بھی دینی کام ہے۔ (جاء الحق)

بعض رسمیں، عادات اور طریقے مختلف ملکوں، علاقوں، خاندانوں اور برادریوں میں مختلف انداز میں سماجی اور معاشرتی طور پر رائج ہوتے ہیں اور معاشرے میں ان رواجوں کی کوئی مذہبی حیثیت نہیں ہوتی۔ عراق، شام، مصر اور پاکستان کی بعض رسمیں سعودی عرب میں نہیں اور سعودی عرب کی بعض رسمیں اِن ممالک میں رائج نہیں۔ رسموں کے بارے میں قانون یہ ہے کہ جن رسموں کی ممانعت قرآن وحدیث میں آگئی وہ رسمیں ناجائز ہیں اور جن رسموں کی ممانعت قرآن وحدیث میں نہیں آئی وہ جائز ہیں۔ (وقار الفتاویٰ اوّل صفحہ ۳۵۰)

کسی بھی رسم، عادت اور طریقے کو اُسی وقت ناجائز یا غیر اسلامی قرار دیا جاسکتا ہے، جب (۱) اس رسم کو کرنے والے کا ارادہ غیر مسلم کے مشابہ ہونے کا ہو۔ (۲) وہ رسم کسی غیر مذہب کی خاص نشانی اور شناخت ہو۔ (۳) وہ رسم اسلامی شریعت میں منع ہو۔ (اخذ کردہ فتاویٰ امجدیہ، جلد ۴ صفحہ ۱۴۶ بحوالہ فتاویٰ رضویہ) (شریعت میں بعض چیزیں فضول خرچی، دوسرے مذہب سے مشابہت بے حیائی اور منع کردہ مختلف امور کی وجہ سے بھی ممنوع ہیں) بصورتِ دیگر وہ چیز ناجائز یا غیر اسلامی قرار نہیں دی جاسکتی خواہ کسی معاشرے میں مسلم اور غیر مسلم دونوں اس پر عمل پیرا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرے تو وہ اسی میں سے ہے۔ (ابوداؤد کتاب اللباس)

مفتی جلال الدین احمد علیہ الرحمۃ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں کہ غیر مسلم کی ہر وہ چیز جو اُن کیلئے اس طرح خاص ہو کہ اگر مسلمان اسے استعمال کرے تو اس پر غیر مسلم ہونے کا دھوکا ہو تو اس کا استعمال مسلمان کیلئے ناجائز ہے۔ (فتاویٰ فیض الرسول ۲ صفحہ ۶۰۰) فتاویٰ امجدیہ میں ہے کہ جہاں ساڑھیاں صرف ہندوؤں کا لباس مانی جاتی ہیں وہاں مسلمان عورت کا ساڑھی پہننا مکروہ، ممنوع اور گناہ ہوگا لیکن جن علاقوں میں یہ مسلمان کا بھی لباس ہے وہاں اس کا پہننا ممنوع نہ ہوگا۔ (حاشیہ فتاویٰ امجدیہ ۴ کتاب الحظر والاباحۃ صفحہ ۱۴۵) فتاویٰ فیض الرسول میں واضح ہے کہ ساڑھی اگر اس طرح پہنی جائے کہ بے پردگی نہ ہو تو جائز ہے اور بے پردگی ہو تو ناجائز ہے۔ (جلد ۲ صفحہ ۶۰۱) مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمۃ مرقاۃ کے حوالے سے لکھتے ہیں، تمام لباسوں کا یہی حال ہے کہ جو کُفّار کی علامت ہوں ان سے بچے، جب علامت نہ رہیں مشترک بن جائیں تو جائز ہیں۔ (مرآۃ المناجیح، جلد ۷ صفحہ ۲۴۳)

اسی طرح علمائے کرام بعض شرعی شرائط کے ساتھ پینٹ پہننا (وقار الفتاویٰ ۲ صفحہ ۲۴۱) سالگرہ منانا (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۵۶۷)، دولہا دلہن کو اُبٹن لگانا، مائیوں بٹھانا، سہرا باندھنا اور دیگر معاشرتی و علاقائی رسموں کو جائز قرار دیتے ہیں۔ (بہارِ شریعت حصہ ۷)

بعض علماء کا خیال ہے کہ گمراہی والی بری بدعت سے مراد خراب عقیدے کی بدعت ہے نہ کہ اعمال کی بدعت اور عقیدے کی بدعت ہمیشہ بری ہوتی ہے اس لئے کہ شرعی اصول کے تحت نماز نہ پڑھنے والا گناہ گار ہے مگر گمراہ اور کافر نہیں، جبکہ نماز پر ایمان نہ رکھنے والا گمراہ اور کافر ہے۔ (جاء الحق از مفتی احمد یار خاں نعیمی) (فتاویٰ رشیدیہ کتاب العلم، صفحہ ۱۵۶)

'سنت' اور 'بدعت' کے الفاظ ایک دوسرے کے مقابل مخالف (Opposite) اور ضد کے طور پر بھی استعمال کئے جاتے ہیں۔ جو کام سنتِ رسول سے ثابت ہے وہ بدعت نہیں اور جو کام سنتِ رسول سے ثابت نہیں وہ بدعت ہے خواہ یہ بدعت اچھی ہو یا بری۔ یہی وجہ ہے کہ بعض علماء بدعت کو اچھی اور بری میں تقسیم نہیں کرتے۔ اُن کے نزدیک ہر بدعت بری بدعت ہے جو ہر حال میں گمراہی ہے اور جس نئے کام کی اصل نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت میں موجود ہے اور سنت کے مشابہ اُس کام میں سنت کا مقصد بھی پایا جاتا ہے تو وہ نیا کام بھی سنت ہے نہ کہ بدعت۔ لہٰذا جو نئی چیزیں اچھی ہیں وہ بدعت نہیں، سنت و شریعت ہیں اس لئے کہ یہ قرآن و سنت کے شرعی اصولوں کے مطابق ہیں۔ انہیں نیا یا بظاہر سنتِ رسول نہ ہونے کی وجہ سے حرام یا ناجائز قرار دینا غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ مثلاً نمازِ تراویح، قبروں پر پھول ڈالنا وغیرہ۔ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں، بدعت کوئی حسنہ نہیں اور جس کو بدعتِ حسنہ کہتے ہیں وہ سنت ہی ہے مگر یہ اصطلاح کا فرق ہے مطلب سب کا ایک ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ، صفحہ ۱۵۵)

کسی جائز چیز کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری زمانے میں ہونا اس چیز کی فضیلت ہے اور نہ ہونا اس کے حرام و ناجائز ہونے کی دلیل نہیں۔ بعض کام ممکن ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت نہ ہوں، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں نہ کیا ہو اور نہ کرنے کا حکم دیا ہو۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان کاموں کا کرنا شریعت اور سنت کے خلاف قرار دے دیا جائے۔ مثلاً گھیر والی شلوار اور کالر والی قمیص پہننا گو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت نہیں مگر کیونکہ یہ لباس جسم اور ستر چھپانے کے شرعی تقاضے اور حکمت کو پورا کرتا ہے اور شریعت اس لباس پر کوئی پابندی نہیں لگاتی لہٰذا اس لباس کا پہننا شریعت اور شرعی عمل ہے۔ اب ایک شرعی تقاضا پورا کرنے پر شلوار قمیص پہننے کا بھی ثواب حاصل ہوگا۔ اسی طرح دانتوں کی صفائی کیلئے ٹوتھ پیسٹ اور برش کا استعمال گو کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت نہیں مگر یہ بدعت نہ تو قرآن و سنت کے کسی حکم و حکمت کے خلاف ہے اور نہ ہی یہ شریعت میں منع ہے لہٰذا پاک ٹوتھ پیسٹ اور برش سے دانت صاف کرنا شرعی طور پر ایک جائز عمل ہے۔

اسی طرح جب شریعتِ مصطفوی محفلِ قرأت، قرآن خوانی، جلسۂ سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، درسِ قرآن، محافلِ میلاد و نعت، درود و سلام اور کسی دینی، تبلیغی روحانی اجتماع یا ایصالِ ثواب کے کسی عمل پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتی تو پھر ہمیں بھی یہ حق حاصل نہیں کہ ہم ان اعمال کو محض مسلکی تعصب کی بناء پر خواہ مخواہ خلافِ سنت اور ناجائز قرار دے کر فرقہ واریت کو ہوا دیں۔ اگر کسی بدعت کو ناجائز قرار دینے کی شرعی بنیاد اور معقول وجہ فراہم کردی جائے تو شاید ہی کسی مکتبہ فکر کے علماء اُسے جائز قرار دینے کی کوشش کریں۔ شرعی احکام جاری کرنے کا حق اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے۔ قرآن و حدیث کے کسی عام حکم پر از خود کوئی پابندی عائد کرنا ناجائز ہے۔ مثلاً قرآن میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے کا حکم موجود ہے تو پھر ہمیں یہ حق نہیں کہ ہم اس عمل پر کھڑے ہونے، بیٹھنے، اکیلے پڑھنے، مل کر پڑھنے، خاموشی سے پڑھنے، آواز سے پڑھنے، غیر عربی میں پڑھنے یا عربی میں پڑھنے کی قید اور پابندی عائد کریں۔ جبکہ یہ عمل اللہ کا حکم بھی ہے اور اس کی سنت بھی۔ لہٰذا سب کی مرضی ہے کہ جس انداز سے چاہیں اللہ کی اس سنت اور حکم پر عمل کریں۔ مگر نہ معلوم کیوں! نہ پڑھنے سے زیادہ اعتراض پڑھنے پر کیا جاتا ہے۔ اللہ ایسے بخل سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔

محافلِ میلاد اور اہلِ محبت کی نسبت پر مبنی تقاریب صدیوں سے اللہ عزّ وجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے عشق کے جذبوں، دینی قدروں اور ایمانی حلاوتوں کو پروان چڑھانے کا اہم ذریعہ ہی ہیں۔ صرف قرآن کا تذکرہ کرنا اور صاحبِ قرآن (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کی عظمتوں پر مبنی آیات واحادیث کو دانستہ طور پر نظر انداز کرنا، شریعت پر زور دینا اور صاحبِ شریعت (صلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کی تعریف سے چشم پوشی کرنا ہرگز ہماری اقدار اور دین کا تقاضہ نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی تعلیمات تو غیر مسلموں نے بھی بیان کی ہیں مگر ان حیات بخش تعلیمات کے نام پر آپ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی شخصیت کے عظمت، فضیلت اور شانِ رسالت والے پہلو کو جان بوجھ کر نظر انداز کرنا ایک اُمت کا شیوہ ہرگز نہیں۔ ایصالِ ثواب کے مختلف ذریعے حضورِ انور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے محبت و توقیر کے تمام طریقے جائز، باعثِ سعادت اور باعثِ ثواب ہیں، سوائے ان طریقوں کے جو شریعت کے خلاف ہیں اور منع ہیں۔ بعض گروہوں میں اللہ اور اس کے پیارے رسول کی محبت پر اپنے مرشد، عالم یا فکری رہنما کی محبت غالب ہوتی ہے جو کسی طرح بھی ایک اچھی بات نہیں۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اصل چیز عمل ہے۔ اسلام عقیدہ اور عمل دونوں کا نام ہے۔ عمل کی ضرورت سے انکار ممکن نہیں مگر دین اسلام میں عقیدے اور ایمان کو عمل پر فوقیت حاصل ہے۔

ہمارے معاشرے میں ایسی بے شمار ناجائز باتیں اور بری بدعتیں ہیں جو قرآن وحدیث میں منع ہیں۔ مگر افسوس کہ ہمیں ان میں شرک و بدعت نظر نہیں آتا۔ ہم معاشرتی فضول خرچیوں، ناچ گانے کے پروگرام، قومی ترانے پر کھڑے ہونے، اسمبلی میں مرحوم کو خراج عقیدت پیش کرنے کیلئے کھڑے ہونے اور دیگر بدعتوں پر خاموش ہیں مگر میلاد شریف، محفلِ نعت، ایصالِ ثواب اور درود وسلام کو فرقہ واریت اور شرک و بدعت قرار دینے کیلئے بے چین ہیں۔ (ان للہ وانا الیہ راجعون) اللہ عزّ وجل قرآن میں اپنے پیارے رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم سے مخاطب ہے کہ اے رسول ان سے پوچھئے کہ زینت کے جو سامان اور پاک چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہیں وہ کس نے حرام کر دیں؟ آپ فرما دیں یہ ساری چیزیں تو ایمان والوں کیلئے ہیں۔ (اعراف ۳۲) اور آپ فرمائیں لاؤ اپنے وہ گواہ جو گواہی دیں کہ اللہ نے اسے حرام قرار دیا ہے۔ (انعام ۱۵۰)

کہیں یہ اُمتِ مسلمہ کے خلاف کوئی سازش تو نہیں کہ صرف ان ہی بدعتوں کے خلاف کیوں جدوجہد کی جارہی ہے جن کی بنیاد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ کے صحابہ و اہل بیت اور اولیاء کرام کی محبتوں اور نسبتوں پر ہے۔ کافروں کی اختیار کردہ اور ممنوع بدعتوں پر خاموشی کیوں ہے؟ ہم نے اسلام کی ابدی تعلیمات اور شرعی اصولوں کو چھوڑ کر شرک و بدعت کے اپنے معیار اور پیمانے کیوں بنا رکھے ہیں کہ جن چیزوں کا ہم کریں وہ جائز ہیں اور جنہیں ہم نہ کریں وہ بری ہیں، بدعتیں ہیں، ناجائز ہیں اور دین کو مسخ کرنے کا سبب ہیں۔ اگر کوئی خاص عقیدہ و عمل دوسرا رکھے تو شرک و بدعت کہلائے۔ اگر وہی بات اپنے علماء سے ثابت ہو تو سنت و شریعت اور اللہ کی عطا بن جائے۔ فکر و عمل کا یہ تضاد دین کے ساتھ ایک مذاق نہیں تو اور کیا ہے؟ (مطالعہ کیجئے حکایاتِ اولیاء مولانا اشرف علی تھانوی۔ زلزلہ علامہ ارشد القادری)

انصاف پسند افراد کو اس بات کا اظہار کرنا چاہئے کہ مسلمانوں کو مشرک، بدعتی اور جہنمی قرار دینے کی روش کسی طور مفید نہیں۔ قرآنِ پاک میں اُمتِ مسلمہ کو اس لئے بہترین اُمت قرار دیا گیا ہے کہ یہ اُمت اچھی باتوں کا حکم دیتی ہے اور برائی سے منع کرتی ہے۔ (آل عمران ۱۱۰) یاد رکھئے! جن لوگوں نے قرآن و سنت کے احکام کے معاملے میں اپنی رائے کو ترجیح دی وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور انہوں نے دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔

شرعی اصول نظر انداز کر کے من پسند افکار و معمولات کو شرک و بدعت اور سنت و شریعت قرار دینے سے معاشرے میں فرقہ واریت، تعصب اور منافقانہ انداز کی جو فکر پروان چڑھ رہی ہے وہ ہر دردمند مسلمان کیلئے افسوسناک بھی ہے اور اتحادِ اُمت کی راہ میں بڑی رُکاوٹ بھی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم ازخود اس غیر اصولی اور منافقانہ طرزِ فکر کو تبدیل کرنے کی مخلصانہ کوششیں کریں تاکہ علمی سطح پر اسلام کے خلاف تشکیل کردہ غیر منصفانہ پالیسیوں اور متعصبانہ روّیوں کا یکجہتی سے مقابلہ کرنے کی راہ ہموار ہوسکے۔ اسلام ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم اسلام کے سانچے میں ڈھل جائیں جبکہ ہم اسلام کو اپنے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش میں ہیں۔ اس طرح دانستہ یا نادانستہ طور پر ہم اسلامی شریعت میں تضاد ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ہمیں اس خطرناک مذاق سے اسلام کے شرعی اصولوں کو ترک کرنے، ان میں تبدیلی کرنے، لوگوں کو گمراہ کرنے، اُمتِ مسلمہ میں اختلاف اور تفرقہ پیدا کرنے اور تضاد پر مبنی منافقانہ طرزِ عمل سے گریز کرنا چاہئے کہ خلوص، سچائی، اعتدال اور اللہ کی رسی کو تھامنا ہمارے سچے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔

یہ ہمارے علمائے کرام کی خصوصی ذِمہ داری ہے کہ وہ کسی تعصب کے بغیر کھلے دل سے اچھے کاموں کی حوصلہ افزائی کریں اور ایسی بدعتوں کی حوصلہ شکنی کریں جو دین کیلئے نقصان دہ ہوں۔ اس لئے کہ یہ بھی وقت کی اہم ضرورت ہے کہ ایسی بدعتیں رائج کرنے کی کوششوں کی مذمت کی جائے جو دین کے تشخص کو مجروح کرنے کا سبب بنتی ہیں۔

اللہ ربّ العزت اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے طفیل ہمیں افراط و تفریط، تعصب، فرقہ واریت، تضاد، انتہا پسندی، بہتان تراشی، تنگ نظری، توہم پرستی، بد مذہبی اور مخالفت برائے مخالفت کے رجحانات سے محفوظ رکھے۔ ہمیں اعتدال کی راہ پر رکھے اور ہمیں فرائض و واجبات اور سنتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سمیت تمام اچھے کاموں پر خلوصِ دل سے عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین